کیپٹن مسعود الدین عثمانی؛افکار وعقائد

از افادات: متکلمِ اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

سرپرست: مرکز اہل السنۃ والجماعۃ، 87 جنوبی، لاہور روڈ، سرگودھا

بانی وامیر: عالمی اتحاد اہل السنت والجماعت

چیف ایگزیکٹو: احناف میڈیا سروسز

چیئرمین: احناف ٹرسٹ

www.ahnafmedia.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیپٹن مسعود الدین عثمانی؛افکار وعقائد

از افادات: متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

معاشرہ میں دنیوی معاملات میں ہمیشہ دو قسم کے لوگ موجود رہے ہیں:

1: ماہرین

2: ماہرین پر اعتماد کرنے والے

اسی طرح دینی معاملات میں بھی دو قسم کے افراد ہمیشہ رہے ہیں:

1: ماہرین شریعت

2: دینی مسائل میں ماہرین پر اعتماد کرنے والے

خلیفہ راشد، داماد پیغمبر سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا فرمان کہ امت کو عروج ہمیشہ اسلاف پر اعتماد کرنے سے نصیب ہوا ہے۔

آپ فرماتے ہیں: انما بلغتم ما بلغتم بالاقتداء والاتباع فلا تلفتنکم الدنیا عن امرکم

(تاریخ طبری ج5ص45)

یعنی تم جس مقام پر بھی پہنچے ہو وہ اسلاف کی اتباع و تقلید اور ان پر اعتماد کی برکت ہے خیال کرنا کہیں دنیا تمہیں حکم الٰہی سے غافل نہ کردے۔

کیپٹن عثمانی کا زعم باطل:

تاریخ انسانی اس بات کی گواہ ہے کہ جب بھی کوئی بندہ گمراہ ہوا تو اس کی بنیادی وجہ اسلاف پر عدم اعتماد بنی مرزا غلام قادیانی ہو یا غلام احمد پرویز، منکرین فقہ ہوں یا نام نہاد اشاعتی...... الغرض ان تمام کی گمراہی کی بنیادی وجہ اسلاف امت پر عدم اعتماد ہے۔ ترک تقلید اور اسلاف پر بے اعتمادی کی وجہ سے جو فتنے نمودار ہوئے ان میں ایک کیپٹن عثمانی اور اس کے حواری بھی ہیں جو اپنے علاوہ کسی اور کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔

کیپٹن عثمانی نے اپنی تحریر میں کئی مقامات پر یہ بات لکھی ہے کہ اصل دین صرف ہمارے پاس ہے۔ باقی جتنی دینی جماعتیں ہیں وہ سب ملاوٹ والے دین کی بات کرتے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

1۔ گذشتہ اٹھارہ سال سے تمنا تھی کہ اللہ تعالیٰ وہ دن بھی لے آئے جب دنیا والوں کے سامنے میں توحیدی اور اتحادی دین کا فرق واضح کردوں۔

(ابتدائیہ ایمان خالص: ص5)

2۔ ایک مقام پر کیپٹن ایک سوال اٹھاتے ہیں کہ جب اس ملک میں دینی جماعتیں دین کا کام کر رہی ہیں تو آپ نے الگ جماعت اور الگ مسجد کیوں بنائی؟ اس کے جواب کیپٹن نے بڑی تفصیل سے دیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس وقت تمام دینی جماعتیں عموماً اہل اسنت والجماعت دیوبند خصوصاً جس دین کی بات کرتے ہیں وہ قرآن و سنت والا اسلام نہیں بلکہ تصوف اور مراقبوں والا ہے اور خالص مشرکانہ نظریات کا حامل ہے اور ہم ان مشرکانہ عقائد سے برات کا اعلان کرتے ہیں۔

(دعوت الی اللہ ص15،14)

3: اس جماعت نے ایک پوسٹر فرقہ پرستی کے عنوان سے لکھا اس میں اجتہادی اختلاف کی مذمت اور ائمہ کی طرف نسبت کرنے کو مشرکانہ فعل کہا گیا ہے اس پوسٹر میں چند آیات وحدیث نقل کرنے کے بعد لکھا گیا ہے کہ اوپر بیان کردہ قرآن وحدیث سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ دین اسلام میں فرقہ اور گروہ بنانا اور اس میں شامل ہونا اللہ تعالیٰ کے حکم کا انکار اور مشرکانہ فعل ہے ایسا کرنے والے کا نبی علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں۔ آج ان کلمہ پڑھنے والوں کی پہچان حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی۔ جہنم کی آگ سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ ان فرقوں اور گروہوں سے فوری

طور پر تعلق ختم کر کے صرف ایسی جماعت سے وابستگی اختیار کی جائے جس کی پہچان اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا نام "مسلم" ہو اور جس کے عقائد اور اعمال کی بنیاد مسلک کی کتابیں نہیں بلکہ صرف قرآن واحادیث صحیحہ ہیں۔

4: مسعود الدین سے کسی نے سوال کیا کہ کیا حرمین کی علماء صحیح مسلک پر ہیں؟

جواب: صحیح مسلک پر نہیں ہیں جیسا کہ میں نے بارہا بتایا ہے ان میں دو باتیں کفر وشرک کی موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینے والی قبر میں زندہ مانتے ہیں درود وسلام سننے کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں اور یہ بھی کہ جو درود وسلام دور سے پڑھا جائے فرشتے اسے پہنچادیتے ہیں۔

(رسالہ حبل اللہ اکتوبر 2001ء ص68)

یہ چند عبارات بطور نمونہ کے تھی ورنہ اگر اس جماعت کا لٹریچر پڑھا جائے تو پوری امت مسلمہ ایمان سے محروم نظر آتی ہے۔ جو شخص قبر میں تعلق واعادہ روح کا قائل ہو یا اس جسم عنصری پر عذاب وثواب کا قائل ہو وہ کافر، قبر میں حضور علیہ السلام کو زندہ ماننے والا اور صلاۃ وسلام کے سماع کا قائل مشرک، دعامیں وسیلے کو جائز سمجھنے والا ایمان سے محروم دم اور تعویذ کے جواز کا قائل مشرک الغرض ان کے نزدیک اگر کوئی مسلمان ہے تو صرف کیپٹن کے دین کو ماننے والا مسلمان ہے باقی ساری امت کافر ومشرک ہے۔ نعوذباللہ

اس فرقہ کے عقائد ومسائل

اس فرقہ نے اہل السنت والجماعت کے ساتھ کئی ایک مسائل میں اختلاف کیا ہے ان میں سے اکثر کو کیپٹن عثمانی اینڈ کمپنی نے عقائد کا درجہ دیکر اپنے مخالفین پر کفر اور شرک کے فتوے لگائے ہیں وہ مسائل درج ذیل ہیں: ۔

1:عقیدہ ظہور امام مہدی	2:افضل الانبیاء والمرسلین	3:عقیدہ ثواب وعذاب قبر	4:ایصال ثواب
5:اجرت علی الطاعات	6:دم و تعویذ	7:مسئلہ توسل، استشفاع	8:علماء کو مولانا کہنا
9:اللہ تعالیٰ کو خدا کہنا	10:مرد عورت کی نماز میں فرق		

ان میں سے چند ایک مسائل کی کچھ تفصیل پیش خدمت ہے:

1: ظہور امام مہدی علیہ الرضوان

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین، صحابہ کرام کے اقوال اور اسلاف امت کے فرامین کی روشنی میں اہل سنت والجماعت کا نظریہ یہ ہے کہ قیامت کے قریب سیدنا مہدی علیہ الرضوان دنیا میں آئیں گے احادیث مبارکہ میں ان کی کچھ علامات بیان کی گئی ہیں مثلاً:

1۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوں گے۔

2۔ ولادت مدینہ طیبہ میں ہوں گے۔

3۔ ان کے والد کا نام عبد اللہ ہو گا۔

4۔ ان کا اپنا نام محمد اور لقب مہدی ہو گا۔

5۔ جب ان کی عمر چالیس سال ہو گی تو حرم کعبہ میں ملک شام کے چالیس ابدالوں کی جماعت ان کو پہچانے گی۔

6۔ کفار کے خلاف لڑائی کریں گے اور مسلمانوں کی قیادت کریں گے۔

7۔ جامع مسجد دمشق ملک شام جائیں گے جہاں سیدنا مسیح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا نزول ہو گا۔

8۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد پہلی نماز امام مہدی کی اقتداء میں ادا کریں گے۔

9۔ کل عمر 49 سال ہو گی چالیس سال کی عمر میں خلیفہ بنیں گے سات سال تک خلیفہ رہیں گے اور دو سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نیابت میں رہیں گے۔

10۔ 49سال کی عمر میں انتقال ہو گا اور مسلمان اس کی نماز جنازہ ادا کریں گے۔

عثمانی عقیدہ:

عثمانی نہ صرف یہ کہ صرف اس عقیدہ کے منکر ہیں بلکہ اسے مسلک پرستی والا عقیدہ قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ کیپٹن کے حامی اور مقلد منور سلطان لکھتے ہیں:

"مسلک پرستوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ قرب قیامت میں امام مہدی ظاہر ہوں گے اور وہ تمام برائیوں کا خاتمہ کر دیں گے اس مسئلے پر تمام مسالک متفق ہیں۔" (اسلام یا مسلک پرستی ص167)

گویا ان کے نزدیک یہ عقیدہ قرآن و حدیث والا اور اسلامی نہیں بلکہ مسلک پرست لوگوں کا ہے۔

منور سلطان حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "انہوں نے اس خلاف قرآن و حدیث عقیدے کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے منسوب کر دیا۔" (اسلام یا مسلک پرستی ص167)

"ظہور مہدی خالص شیعی عقیدہ ہے۔" (اسلام یا مسلک پرستی ص168)

منور اہل السنت والجماعت کے اس عقیدہ کو اختیار کرنے پر اظہار افسوس کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "افسوس کہ ان شیعوں ہی کے ایک عقیدے ظہور مہدی کو سینے سے لگائے بیٹھے ہیں۔۔۔۔ ان کے علامہ اقبال صاحب بھی ان کے انتظار میں اشعار کہتے ہیں۔" (اسلام یا مسلک پرستی ص170)

منور سلطان نے اپنی اس کتاب میں ظہور مہدی کے انکار میں تقریباً تین صفحات لکھ کر اس عقیدہ کو باطل اور شیعوں کا عقیدہ اس عقیدے کے متعلق مروی روایات کو ضعیف بلکہ جھوٹی قرار دیتے ہوئے اس کو قرآن و حدیث کے خلاف اکابر پرستی کا نظریہ لکھا۔

احادیث ظہور امام مہدی متواتر ہیں:

جن احادیث میں امام مہدی کی آمد کی خبر دی گئی ہے ان کو ذکر کرنے سے قبل یہ بات ذہن میں رہے کہ اسلاف امت کی تصریحات کے مطابق حضرت امام مہدی علیہ الرضوان کی آمد کے متعلق احادیث مبارکہ حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔

☆ چنانچہ امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ محدث ابو الحسین آجری کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

قال ابو الحسین الآجری قد تواترت الأخبار واستفاضت بکثرۃ رواتہا علی المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم بخروجہ۔ (الصواعق المحرقہ ص254)

ترجمہ: حضرت امام مہدی کی آمد کے متعلق آپ علیہ السلام کے فرامین بڑی کثیر تعداد میں موجود ہیں جو حد تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں۔

☆ شارح شرح العقائد علامہ عبد العزیز پرہاڑوی فرماتے ہیں:

تواترت الاحادیث فی خروج المھدی وافردھا بعض العلماء بالتالیف۔ (النبراس ص315)

ترجمہ: امام مہدی کی آمد کی احادیث متواتر ہیں بعض علماء نے آمد مہدی پر مستقل کتب تصنیف کی ہیں۔

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ امام مہدی کی آمد کی روایات کو تواتر کا درجہ حاصل ہے اور یہ ایک متفقہ اصول ہے کہ جب روایات کو متواتر کا شرف حاصل ہو جائے تو پھر ان کی سند پر بحث نہیں کی جاتی، اس کے بعد چند احادیث ملاحظہ فرمائیں جن میں سے بعض میں صراحتاً اور بعض میں اشارتاً حضرت امام مہدی کی آمد کا تذکرہ موجود ہے۔

کتب احادیث میں حضرت امام مہدی کے متعلق دو قسم کی روایات موجود ہیں بعض روایات میں ان کی صفات کا بیان تو ہے لیکن نام کا

تذکرہ نہیں اور بعض جگہ ان کے نام یا لقب کی صراحت موجود ہے دونوں قسم کی روایات درج ذیل ہیں:

حدیث نمبر 1:

عن أبي سعيد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من خلفائكم خليفة يحثو المال حثيا لا يعده عددا

(صحیح مسلم ج2 ص395 باب لا تقوم الساعة حتى يمر الرجل بقبر الرجل فيتمنى أن يكون مكان الميت من البلاء)

ترجمہ: آپ علیہ السلام نے فرمایا تمہارے خلفاء میں ایک ایسا خلیفہ بھی آئے گا جو بے شمار مال تقسیم کرے گا

امام عبد الروف المناوی المتوفیٰ 1031ھ اس حدیث میں مذکور خلیفہ کے مصداق کے متعلق فرماتے ہیں: قالوا هو المهدي

فیض القدیر ج6 ص18 رقم الحدیث 8246

کہ محدثین کی رائے کے مطابق اس خلیفہ سے مراد امام مہدی ہیں۔

نیز یاد رہے کہ اسی صفت سخاوت کا ذکر دوسری حدیث میں امام مہدی کے نام کی صراحت کے ساتھ مذکور ہے جس سے اس حدیث میں مذکور خلیفہ کی تعیین بالکل واضح ہو جاتی ہے روایت کے الفاظ یہ ہیں:

عن أبي سعيد الخدري قال خشينا أن يكون بعد نبينا حدث فسألنا نبي الله صلى الله عليه وسلم فقال إن في أمتي المهدي۔۔۔۔قال فيجيء إليه رجل فيقول يا مهدي اعطني اعطني قال فيحثي له في ثوبه ما استطاع أن يحمله

(سنن ترمذی ج2 ص47 باب ماجاء في المهدي)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے آپ علیہ السلام سے بعد میں پیش آنے والے حوادث کے متعلق پوچھا آپ علیہ السلام نے فرمایا میری امت میں ایک مہدی ہو گا آپ علیہ السلام نے اس کی ایک صفت یہ بھی بیان کی کہ ایک ضرورت مند ان کے پاس آکر سوال کرے گا حضرت مہدی ان کی ضرورت کو پورا کرتے ہوئے اس کو اتنا زیادہ مال عطا کریں گے کہ جتنا وہ اٹھا سکے گا اسے دے دیں گے

اس تفسیری روایت سے معلوم ہوا کہ پہلی حدیث میں جس خلیفہ کا تذکرہ ہے اس سے مراد بھی حضرت امام مہدی ہیں

حدیث نمبر 2:

عن جابر بن عبد الله يقول سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول لا تزال طائفة من أمتي يقاتلون على الحق ظاهرين إلى يوم القيامة قال فينزل عيسى بن مريم صلى الله عليه وسلم فيقول أميرهم تعال صل لنا فيقول لا إن بعضكم على بعض أمراء تكرمة الله هذه الأمة

(صحیح مسلم ج1 ص87 باب نزول عیسی بن مریم حاکما بشریعة نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: آپ علیہ السلام نے فرمایا میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ غلبہ حق کے لئے لڑتی رہے گی اور غالب رہے گی ایک وقت آئے گا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اس وقت جو مسلمانوں کا امیر و خلیفہ ہو گا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہے گا آپ نماز پڑھائیں وہ فرمائیں گے نہیں امارت وامامت اس امت کا حق ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس امت کے مقام وعزت کی وجہ سے۔

اسلاف امت کی تعلیمات وتصریحات کے مطابق جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اس وقت امت مسلمہ کے امیر وخلیفہ سیدنا امام مہدی ہی ہوں گے۔ چنانچہ سلطان المحدثین وکیل حنفیت حضرت امام ملا علی قاری رحمہ اللہ حدیث میں موجود لفظ امیر کے مصداق کے متعلق فرماتے ہیں:

فيقول أميرهم أي المهدي

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح ج16 ص61)

حدیث نمبر3:

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَذْہَبُ الدُّنْیَا حَتّٰی یَمْلِکَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِنْ أَہْلِ بَیْتِی یُوَاطِئُ اسْمُہُ اسْمِی

(جامع ترمذی ج2ص47 أبواب الفتن، باب ماجاء في المهدي)

ترجمہ:رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت سے پہلے عرب کا بادشاہ ایک ایسا آدمی بنے گا جو میرے اہل بیت میں سے ہوگا اور اس کا نام میرے نام جیسا ہوگا۔

سنن ابی داود، صحیح ابن حبان اور دیگر کئی کتب میں اس حدیث کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں "واسم ابیہ اسم ابی" یعنی امام مہدی کے والد کا نام عبداللہ ہوگا۔

اس حدیث میں جس خلیفہ اور بادشاہ کا تذکرہ ہے اس سے مراد حضرت امام محمد مہدی ہیں چنانچہ امام ترمذی، امام ابو داود، امام ابن حبان نے اس حدیث کو تذکرہ مہدی کے باب میں ذکر کیا ہے اور علامہ عبدالروف مناوی نے فیض القدیر میں امام مہدی کو اس حدیث کا مصداق قرار دیا ہے۔

حدیث نمبر4:

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ یَقُولُ اَلْمَہْدِیُّ مِنْ عِتْرَتِی مِنْ وُّلْدِ فَاطِمَۃَ

(سنن ابی داود ج2ص588 باب المہدی)

ترجمہ:حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ”مہدی میرے خاندان اور فاطمہ کی اولاد میں سے ہوگا۔“

حدیث 5:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: «اَلْمَہْدِیُّ مِنِّیْ، اَجْلَی الْجَبْہَۃِ، اَقْنَی الْاَنْفِ، یَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلاً کَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا وَظُلْمًا، یَمْلِکُ سَبْعَ سِنِیْنَ

(سنن ابی داود ج2ص588 باب المہدی)

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مہدی میرے خاندان سے ہوگا اس کی پیشانی کشادہ اور ناک اونچی ہوگی زمین کو عدل وانصاف سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح اس کے آنے سے پہلے ظلم اور جور سے بھری ہوئی تھی وہ سات سال تک حکومت کرے گا۔“

عزیز طلباء! ہمارا مقصد آمد مہدی کی روایات کا احاطہ نہیں بلکہ صرف یہ بتانا ہے کہ اہل اسلام کا یہ عقیدہ صرف اسلاف امت سے ہی ثابت نہیں بلکہ اس کی بنیاد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ مبارک فرامین ہیں ماننے والے کے لئے تو ایک حدیث بھی کافی ہوتی ہے اور ضدی کے لئے ایک بڑا ذخیرہ بھی کسی کام کا نہیں ہوتا اللھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ

2: افضل الانبیاء والمرسلین

کیپٹن عثمانی کے ماننے والوں نے جن مسائل میں امت سے اختلاف کیا ہے ان میں ایک مسئلہ ”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت“ کا بھی ہے۔

قرآن وحدیث اور اسلاف امت کی تصریحات سے یہ بات ثابت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام علیہم السلام

کے سردار ہیں آپ علیہ السلام کا مقام و مرتبہ سب سے بلند ہے اس لئے آپ کو افضل الانبیاء کہا جاتا ہے؛

"اس کے بر خلاف موجودہ دور کے چند متجددین جن میں فرقہ عثمانی، نام نہاد جماعت المسلمین اور جاوید احمد غامدی کا نظریہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں چنانچہ فرقہ عثمانی کے نام نہاد محقق منور سلطان نے اپنی کتاب میں ایک عنوان قائم کیا "اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں غلو" جس کے تحت مولف نے اس عقیدہ افضلیت کو غلو قرار دیا ہے اور اپنا نظریہ بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے "ہمارا کیا حق اور استحقاق کہ ہم ان پاکیزہ ہستیوں کے درجے متعین کرتے پھریں، مقام مقرر کریں، ایک کو دوسرے سے افضل بتائیں، کسی کی حیثیت دوسرے سے بڑھائیں؟ ہمارا تو وہ انداز ہونا چاہئے جو اللہ نے قرآن میں ایمان والوں کی صفات بیان کرتے ہوئے بتایا کہ "لا نفرق بین احد منهم .لانفرق بین احد من رسله" ہم ان رسولوں میں کسی میں کوئی فرق نہ کریں، کسی بھی قسم کی تفریق سے دور رہیں، کسی کے درجے، حیثیت، رتبے، منصب و مقام کا تعین نہ کریں۔۔۔۔ اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا لازمی تقاضہ ہے کہ ہم بعض کو بعض پر فوقیت دینے سے بھی مجتنب رہیں۔" (اسلام یا مسلک پرستی ص113، 114)

دلائل افضلیت:

آیات قرآنی:

آیت نمبر 1:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ۔ (البقرہ 253)

مفسرین نے اس آیت کریمہ کے تحت فضیلت بین الانبیاء کا مسئلہ بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يخبر تعالى أنه فضل بعض الرسل على بعض كما قال وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَى بَعْضٍ وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا وقال هاهنا "تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ يعني: موسى ومحمدا صلى الله عليه وسلم و كذلك آدم

(تفسیر ابن کثیر تحت ھٰذہ الآیۃ)

آیت نمبر 2:

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَى بَعْضٍ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا (الاسراء 55)

اس آیت کے تحت امام ابن کثیر فرماتے ہیں: ولا خلاف أن محمدًا صلى الله عليه وسلم أفضلهم

(تفسیر ابن کثیر تحت ھٰذہ الآیۃ)

آیت نمبر 3:

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا

الاعراف: 158

گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کا دائرہ نبوت محدود تھا جبکہ آپ علیہ السلام کی نبوت کا دائرہ غیر محدود ہے اور آپ عالمی نبی ہیں جو آپ کی فضیلت کی دلیل ہے

احادیث مبارکہ:

1: عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فضلت على الأنبياء بست أعطيت جوامع الكلم ونصرت بالرعب

وأحلت لی الغنائم وجعلت لی الأرض طهورا ومسجدا وأرسلت إلی الخلق کافة وختم بی النبیون

صحیح مسلم ج1 ص199 کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ

2: عن ابن عباس قال: جلس ناس من أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ینتظرونہ قال فخرج حتی إذا دنا منہم سمعہم یتذاکرون فسمع حدیثہم فقال بعضہم عجبا أن اللہ عز وجل اتخذ من خلقہ خلیلا اتخذ إبراہیم خلیلا وقال آخر ماذا بأعجب من کلام موسی کلمہ تکلیما وقال آخر فعیسی کلمۃ اللہ وروحہ وقال آخر آدم اصطفاہ اللہ فخرج علیہم فسلم وقال قد سمعت کلامکم وعجبکم أن إبراہیم خلیل اللہ وہو کذلک وموسی نجی اللہ وہو کذلک وعیسی روحہ وکلمتہ وہو کذلک وآدم اصطفاہ اللہ وہو کذلک ألا وأنا حبیب اللہ ولا فخر وأنا حامل لواء الحمد یوم القیامۃ ولا فخر وأنا أول شافع وأول مشفع یوم القیامۃ ولا فخر وأنا أول من یحرک حلق الجنۃ فیفتح اللہ لی فیدخلنیہا ومعی فقراء المؤمنین ولا فخر وأنا أکرم الأولین والآخرین ولا فخر

سنن ترمذی ج2 ص202 باب فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم

3: عن أبی نضرۃ بن سعید قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم أنا سید ولد آدم یوم القیامۃ وبیدی لواء الحمد ولا فخر وما من نبی یومئذ آدم فمن سواہ إلا تحت لوائی وأنا أول من تنشق عنہ الأرض ولا فخر

سنن ترمذی ج2 ص202 باب فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم

4: عن الطفیل بن أبی بن کعب عن أبیہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم قال إذا کان یوم القیامۃ کنت إمام النبیین وخطیبہم وصاحب شفاعتہم غیر فخر

سنن ابن ماجہ ص330 باب ذکر الشفاعۃ

5: عن جابر بن عبد اللہ عن النبی قال: أنا قائد المرسلین ولا فخر وأنا خاتم النبیین ولا فخر وأنا أول شافع ومشفع ولا فخر

المعجم الاوسط رقم الحدیث 170

منکرین کے شبہات کا جائزہ:

شبہہ نمبر 1:

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی صفت اور کمال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اپنی زبان سے کہتے ہیں" لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ ""لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ " جب اللہ تعالیٰ نے تفریق سے منع کر دیا تو ہمیں اپنی طرف سے ان کے درجات ومقامات متعین کر کے ایک دوسرے پر فضیلت نہیں دینی چاہیے۔

جواب:

اس آیت میں تفریق سے مراد یہ ہے کہ بعض انبیاء کو مانا جائے اور بعض کی نبوت کا انکار کر دیا جائے چنانچہ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس امت کے مؤمنین پچھلی امتوں کی طرح ایسا نہ کریں گے کہ اللہ کے رسولوں میں باہمی تفرقہ ڈالیں کہ بعض کو نبی مانیں اور بعض کو نہ مانیں۔ جیسے یہود نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی مانا مگر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی نہ مانا۔ اس امت کی یہ مدح فرمائی کہ یہ اللہ کے کسی رسول کا انکار نہیں کرتے۔ (معارف القرآن: ج1 ص696)

مفتی صاحب رحمہ اللہ اس تفسیر میں اکیلے نہیں بلکہ اس کی تائید دیگر کئی مفسرین سے بھی ہوتی ہے چنانچہ مشہور مفسر امام ابن کثیر اس آیت کے حصہ " لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ " کی تفسیر میں اہل ایمان کی صفت وعلامت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں" ویصدقون بجمیع

الأنبياء والرسل والكتب المنزلة من السماء على عباد الله المرسلين والأنبياء، لا يفرقون بين أحد منهم، فيؤمنون ببعض ويكفرون ببعض، بل الجميع عندهم صادقون بارون راشدون مَهْديون هادون إلى سُبُل الخير، وإن كان بعضهم ينسخ شريعة بعض بإذن الله، حتى نُسخ الجميع بشرع محمدّ صلى الله عليه وسلم خاتم الأنبياء والمرسلين، الذي تقوم الساعة على شريعته "

تفسیر ابن کثیر سورت البقرۃ آیت 285

مفتی بغداد علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں" لا نفرق بين رسل الله تعالى بأن نؤمن ببعض ونكفر ببعض كما فعل أهل الكتابين بل نؤمن بهم جميعا ونصدق بصحة رسالة كل واحد منهم "

روح المعانی سورت البقرۃ آیت 285

امام خازن اس آیت کے تحت ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں " بأن المقصود من هذا الكلام شيء آخر وهو إثبات نبوة الأنبياء والرد على اليهود والنصارى الذين يقرون بنبوة موسى وعيسى وينكرون بنوة محمد (صلى الله عليه وسلم) وقد ثبت بالنص الصريح تفضيل بعض الأنبياء على بعض بقوله : (تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض (" ومعنى قوله : (لا نفرق بين أحد من رسله (فنؤمن ببعض ونكفر ببعض كما فعلت اليهود والنصارى بل نؤمن بجميع رسله"

تفسیر خازن سورت البقرۃ آیت 285

الحاصل: ان تفاسیر سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اس آیت میں جس تفریق سے منع کیا گیا وہ ایمان میں تفریق ہے کہ ایک نبی کا کلمہ پڑھ کر باقی انبیاء کی نبوت کا انکار کر دیا جائے جس کو اہل السنت بھی کفر سمجھتے ہیں۔ یہ آیت باہمی فضیلت کی ممانعت کی ہرگز دلیل نہیں ہے۔ اس آیت میں لا نفرق سے مراد ایمان کا فرق ہے نہ کہ شان کا۔ اگر اس تفریق سے مراد شان میں تفریق ہے تو منکرین ان آیات کا کیا مطلب بیان کریں گے "إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ ""وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ "

نساء:152،151

توکیا اللہ اور اس کے رسولوں کی شان برابر ہے اور کیا ان میں باہمی فضیلت کا قائل ہونا ناجائز و حرام ہے ؟

شبہہ نمبر2:

کیپٹن مسعود اور ان کی جماعت اپنے موقف کی تائید میں وہ روایات بھی بطور استدلال پیش کرتے ہیں جن کے ظاہر سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کے مراتب برابر ہیں ان میں کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں دینی چاہئے مثلاً آپ علیہ السلام کا فرمان ہے "لا تخیروا بین الأنبیاء "

صحیح مسلم ج2 ص267 باب من فضائل موسیٰ علیہ السلام

جواب:

شارح مسلم امام نووی رحمہ اللہ اس طرح کی روایات کے متعلق فرماتے ہیں "فجوابه من خمسة أوجه أحدها أنه صلى الله عليه و سلم قاله قبل أن يعلم أنه سيد ولد آدم فلما علم أخبر به والثاني قاله أدبا وتواضعا والثالث أن النهي انما هو عن تفضيل يؤدي إلى تنقيص المفضول والرابع انما نهى عن تفضيل يؤدي إلى الخصومة والفتنة كما هو المشهور في سبب الحديث والخامس أن النهي مختص بالتفضيل في نفس النبوة فلا تفاضل فيها وانما التفاضل بالخصائص وفضائل أخرى ولا بد من اعتقاد التفضيل فقد قال الله تعالى تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض قوله صلى الله عليه و سلم (وأول شافع وأول مشفع) انما ذكر الثاني لأنه قد يشفع اثنان فيشفع الثاني منهما قبل الأول والله أعلم "

شرح مسلم ج2 ص245 باب تفضیل نبینا صلی اللہ علیہ وسلم علی جمیع الخلائق

3:عقیدہ ثواب وعذاب قبر

مذہب اہل السنت والجماعت:

قرآن کریم،احادیث مبارکہ،اجماع امت اور اسلاف امت کے فرامین کی روشنی میں اہل السنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ "موت کے بعد قیامت سے پہلے قبر میں (جہاں میت یا اس کے اجزاء ہوں) جسد عنصری کو بتعلق روح ثواب وعذاب ہوتا ہے۔

کیپٹن عثمانی کا موقف:

کیپٹن عثمانی ثواب وعذاب قبر کی اس صحیح صورت کا منکر ہے چنانچہ کیپٹن نے اپنے ایک رسالہ "عذاب برزخ" میں کئی ایک مقامات پر اس عقیدہ کا انکار کیا ہے چند تصریحات ملاحظہ فرمائیں:

☆ یہی وہ اصلی قبر ہے جہاں روح کو دوسرے (برزخی) جسم میں ڈال کر قیامت تک رکھا جائے گا اور اسی پر راحت یا عذاب کا پورا دور گذرے گا۔ (عذاب برزخ:ص2)

☆ روحوں کو جسم (برزخی) ملتا ہے اور روح اور اس جسم کے مجموعہ پر راحت وعذاب کا دور گزرتا ہے......اس مجموعہ کو قیامت تک باقی رکھا جائے گا اور اس پر سارے حالات قیامت تک گزریں گے۔(عذاب برزخ:ص6)

☆ سچی بات تو یہ ہے کہ جو شخص بھی وفات پاجاتا ہے اس کو حسب حیثیت ایک برزخی جسم ملتا ہے جس میں اس کی روح کو ڈال دیا جاتا ہے اور اس جسم اور روح کے مجموعہ پر سوال وجواب اور عذاب وثواب کے سارے حالات گذرتے ہیں اور یہی اس کی اصلی قبر بنتی ہے۔

عذاب برزخ:ص9

☆ اللہ کا فیصلہ ہے کہ قیامت سے پہلے مردہ جسم میں روح واپس نہیں آسکتی اور ظاہر ہے کہ بغیر روح کے عذاب وراحت بے معنی ہیں۔

عذاب برزخ:ص17

☆ اب اگر کوئی بضد ہو کہ اس مردے کے ساتھ جو مٹی کے ساتھ مل کر مٹی ہو جاتا ہے ہڈیوں کا ڈھانچہ بھی نہیں رہتا، عذاب وراحت کا معاملہ اس زمینی گڑھے میں ہوتا ہے تو یہ محض جہالت، ضد اور ہٹ دھرمی اور قرآن وحدیث کا صریح انکار ہے جو یقیناً اللہ تعالی کے عذاب اور آخرت سے لاپرواہی کا ہی نتیجہ ہے قرآن کی نظر میں ایسے عقیدے کا حامل شخص سب کچھ ہو سکتا ہے لیکن مومن نہیں ہو سکتا

قبر پرستی کا شرک اور اس کی بنیاد:ص17

عثمانی کی ان عبارات سے چند باتیں سامنے آتی ہیں:

1:قبر اس دنیا والے گڑھے کا نام نہیں بلکہ علیین یا سجین کا نام ہے۔

2:برزخ روحوں کے مقر کو کہتے ہیں۔

3:موت ودفن کے بعد اس دنیا والے جسم میں نہ تو روح کا اعادہ ہوتا ہے اور نہ ہی کسی قسم کا تعلق ہوتا ہے۔

4:قبر میں سوال وجواب کے لئے روح کو دوسرا جسم دیا جاتا ہے جسے جسم مثالی کہتے ہیں اور ثواب وعذاب بھی اسی جسم مثالی کو ہوتا ہے۔

5:دنیا والے گڑھے کو قبر ماننا،روح کا اس جسم سے تعلق کا قائل ہونا اور اس جسم کی سزا وجزا کا عقیدہ رکھنا شرک کی بنیاد اور قرآن کریم کی مخالفت وانکار ہے۔

اگر بالترتیب یہ چیزیں سمجھ لی جائیں:

1: تعیین قبر 2:اعادہ وتعلق روح (یعنی حیات فی القبر) 3: عذاب وثواب جسم مع الروح

تو مسئلہ خود بخود واضح ہو جاتا ہے۔ ان امور کی تفصیل راقم کی فائل "عقیدہ ثواب وعذاب قبر" میں موجود ہے۔ یہاں کچھ خلاصہ پیش

خدمت ہے:

[۱]: تعین قبر

آیات قرآنیہ

1:وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰٓ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِۦٓ ۖ إِنَّهُمْ كَفَرُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَمَاتُوا۟ وَهُمْ فَٰسِقُونَ (التوبۃ: 84)

ترجمہ: اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان منافقین میں اگر کوئی مر جائے تو آپ اس پر کبھی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔

2:ثُمَّ أَمَاتَهُۥ فَأَقْبَرَهُۥ [عبس21]

ترجمہ: پھر اسے موت دی اور قبر میں پہنچا دیا

3:حَتَّىٰ زُرْتُمُ ٱلْمَقَابِرَ [التکاثر2]

ترجمہ: (ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر دنیا کی عیش حاصل کرنے کی ہوس نے تمہیں غفلت میں ڈال رکھا ہے) یہاں تک کہ تم قبرستان میں پہنچ جاتے ہو۔

احادیث مبارکہ

حدیث نمبر 1:

عن عمرو بن حزم قال رآني رسول الله صلى الله عليه و سلم على قبر فقال : انزل عن القبر لا تؤذ صاحب القبر فلا يؤذيك [شرح معانی الاثار ص329،328 باب الجلوس علی القبور]

ترجمہ: حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر پر دیکھا تو فرمایا قبر سے نیچے اتر جاو قبر والے کو تکلیف نہ دو اور نہ وہ تمہیں تکلیف دے (یعنی اس کی وجہ سے تمہیں تکلیف نہ پہنچے)

حدیث نمبر 2:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسْجِدًا قَالَتْ وَلَوْلَا ذَلِكَ لَأَبْرَزُوا قَبْرَهُ غَيْرَ أَنِّي أَخْشَى أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا

[بخاری ج1 ص177 بابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ اتِّخَاذِ الْمَسَاجِدِ عَلَى الْقُبُورِ]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوفات میں فرمایا یہود و نصاری پر اللہ تعالی کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں پر مساجد بنالیں تھیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں: اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ علیہ السلام کی قبر کھلی جگہ بنائی جاتی۔

حدیث نمبر 3:

عن عائشة قالت لما مات النجاشي كنا نتحدث أنه لا يزال يرى على قبره نور

[سنن ابی داود ج1 ص364 باب فی النور یری عند قبر الشهید].

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب حضرت نجاشی کا انتقال ہوا تو ہمارے اندر یہ بات بیان کی جاتی تھی کہ ان کی قبر پر نور دیکھا جاتا تھا

[۲]: اعادہ و تعلق روح (یعنی حیات فی القبر)

آیاتِ قرآنیہ:

آیت نمبر 1:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ

[ابراھیم 27]

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے ہیں اللہ ان کو اس مضبوط بات پر دنیا کی زندگی میں بھی ثابت قدمی عطا فرماتے ہیں اور قبر میں بھی اور ظالم لوگوں کو اللہ بھٹکا دیتا ہے اور اللہ (اپنی حکمت کے مطابق) جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

تفسیر:

1: وأخرج البزار عن عائشة قالت: قلت يارسول الله تبتلى هذه الأمة فى قبورها فكيف بى وأنا امرأة ضعيفة قال يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فى الحياة الدنيا وفى الآخرة

[الدر المنثور ج8 ص525]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کی یارسول اللہ اس امت کو قبروں میں آزمایا جائے گا میری کیا حالت ہوگی میں تو کمزور سی عورت ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فى الحيوة الدنيا وفى الآخرة﴾

آپ علیہ السلام کے اس تسلی والے فرمان سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں لفظ آخرت سے مراد قبر کی زندگی ہے جہاں کے عذاب سے اللہ کلمہ کے مطابق زندگی گزارنے والوں کو محفوظ فرماتے ہیں۔

فائدہ: اکثر مفسرین نے اس آیت کو ثواب و عذاب قبر کے متعلق قرار دیا ہے اور اس آیت کے تحت مرفوع اور موقوف احادیث نقل کرکے اعادہ و تعلق روح کو ذکر کیا ہے جس سے قبر کی زندگی ثابت ہوتی ہے دیکھئے : (تفسیر طبری ج8 ص253، تفسیر بغوی ج3 ص35، تفسیر کشاف ج2 ص520، البحر رالوجیز لابی محمد عبد الحق الاندلسی ج3 ص337، تفسیر بیضاوی ج1 ص518، تفسیر مدارک ج1 ص452، تفسیر خازن ج3 ص84، تفسیر ابن کثیر ج2 ص691، الدر المنثور لسیوطی ج4 ص148، تفسیر ابو السعود ج5 ص52، البحر المدید ج3 ص370)

آیت نمبر 2:

قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ

الجاثیہ 26

ترجمہ:: اے پیغمبر لوگوں سے کہہ دیجیے اللہ ہی تمہیں زندگی دیتا ہے پھر وہی تمہیں موت دے گا، پھر تم سب کو قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں ہیں۔

تفسیر:

قُلِ } يا محمد لأبى جهل وأصحابه { الله يُحْيِيكُمْ } فى القبر { ثُمَّ يُمِيتُكُمْ } فى القبر { ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَى يَوْمِ القيامة } ويقال قل الله يميتكم مقدم ومؤخر ثم يجمعكم إلى يوم القيامة { لاَ رَيْبَ فِيهِ } لا شك فيه { ولكن أَكْثَرَ الناس } أهل مكة { لاَ يَعْلَمُونَ } ذلك ولا يصدقون

[تفسیر ابن عباس 2 ص22]

ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنھما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں "اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ابو جہل اور دوسرے کفار سے کہدیں اللہ تمہیں قبر میں زندہ کرے گا {سوال وجواب کے بعد} تمہیں قبر میں موت دے گا پھر تم سب کو قیامت کے دن جمع کرے گا بعض حضرات کے نزدیک اس آیت میں تھوڑی سی تقدیم وتاخیر ہے { ثُمَّ يُمِيتُكُمْ } پہلے ہے اور { يُحْيِيكُمْ } بعد میں ہے اب آیت کا معنٰی ہوگا اللہ تمہیں دنیا میں موت دیں گے پھر قبر میں زندہ کریں گے، پھر تم سب کو قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے لیکن

اکثر اہل مکہ اس بات کو نہ سمجھتے ہیں اور نہ ہی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

احادیث مبارکہ:

حدیث نمبر 1:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث مروی ہے جسے کئی محدثین نے نقل کیا ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کے وقت پیش آنے والے حالات وواقعات، موت کے وقت مومن وکافر کی کیفیت موت کے بعد قبر میں پیش آنے والے حالات کو تفصیلاً بیان فرمایا ہے اس طویل حدیث میں قبر کے زندگی کو بیان کرتے ہوئے آپ علیہ السلام نے فرمایا "فتعاد روحه فی جسده"

سوال وجواب کے وقت میت کی روح پھر اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔

(مسند احمد رقم الحدیث 18534، شعب الایمان ج1 ص357، 356 رقم الحدیث 395 فصل فی عذاب القبر)

مصححین ومستدلین حدیث:

حضرات ائمہ کی بہت بڑی تعداد نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا اور اس سے قبر کی زندگی کے اثبات پر استدلال کیا ہے۔ مثلاً:

☆ قَالَ الْبَيْهَقِيُّ رَحِمَهُ اللهُ: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ.

شعب الایمان ج1 ص357

☆ وَقَالَ الْحَافِظُ أَبُو نُعَيْمٍ الأصبهاني : وَأَمَّا حَدِيثُ الْبَرَاءِ رَوَاهُ الْمِنْهَالُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ زاذان عَنْ الْبَرَاءِ فَحَدِيثٌ مَشْهُورٌ رَوَاهُ عَنْ الْمِنْهَالِ الْجَمُّ الْغَفِيرُ وَرَوَاهُ عَنْ الْبَرَاءِ : عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُقْبَةَ وَغَيْرُهُمَا وَرَوَاهُ عَنْ زاذان عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ. قَالَ : وَهُوَ حَدِيثٌ أَجْمَعَ رُوَاةُ الْأَثَرِ عَلَى شُهْرَتِهِ وَاسْتِفَاضَتِهِ وَقَالَ الْحَافِظُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ بْنُ منده : هَذَا الْحَدِيثُ إسْنَادُهُ مُتَّصِلٌ مَشْهُورٌ رَوَاهُ جَمَاعَةٌ عَنْ الْبَرَاءِ

مجموع الفتاوی ج5 ص216

☆ هذا حديث ثابت مشهور مستفيض صححه جماعة من الحفاظ ولا نعلم أحدا من أئمة الحديث طعن فيه بل رووه فی كتبهم وتلقوه بالقبول وجعلوه أصلا من أصول الدين فی عذاب القبر ونعيمه ومساءلة منكر ونكير وقبض الأرواح وصعودها إلى بين يدي الله ثم رجوعها إلى القبر

کتاب الروح ص48

نوٹ: اس روایت کے راوی ابو معاویہ پر بعض حضرات نے اضطراب کی جرح کی ھے لیکن وہ جرح یہاں نہیں چل سکتی کیونکہ بتصریح ائمہ ابو معاویہ کی ان روایات میں اضطراب ہے جو اعمش کے علاوہ سے مروی ہوں

أبو معاوية الضرير صدوق وهو فی الأعمش ثقة وفی غير الأعمش فيه اضطراب

تاریخ بغداد ج2 ص115

اور یہ روایت امام اعمش سے ہی مروی ہے۔ صحیح مسلم میں سبز پرندوں والی روایت بھی ابو معاویہ عن اعمش کے طریق سے مروی ہے۔

حدیث نمبر 2:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يُسْرِفُ عَلَى نَفْسِهِ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ قَالَ لِبَنِيهِ إِذَا أَنَا مُتُّ فَأَحْرِقُونِي ثُمَّ اطْحَنُونِي ثُمَّ ذَرُّونِي فِي الرِّيحِ فَوَاللَّهِ لَئِنْ قَدَرَ عَلَيَّ رَبِّي لَيُعَذِّبَنِّي عَذَابًا مَا عَذَّبَهُ أَحَدًا فَلَمَّا مَاتَ فُعِلَ بِهِ ذَلِكَ فَأَمَرَ اللَّهُ الْأَرْضَ فَقَالَ اجْمَعِي مَا فِيكِ مِنْهُ فَفَعَلَتْ فَإِذَا هُوَ قَائِمٌ فَقَالَ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ قَالَ يَا رَبِّ خَشْيَتُكَ فَغَفَرَ لَهُ

صحیح بخاری ج ص باب حدیث الغار

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی تھا جو بہت گناہگار تھا جب اسے موت آنے لگی تو اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ جب میں مر جاوں تو مجھے جلا دینا پھر میری ہڈیوں کو پیس لینا اور مجھے ہوا میں اڑا دینا قسم بخدا اگر میں اپنے رب کی پکڑ میں آ گیا تو مجھے ایسا عذاب دے گا جو کسی کو بھی نہیں دیا ہو گا چنانچہ جب وہ مر گیا تو اس کے ساتھ یہی معاملہ کیا گیا، اللہ رب العزت نے زمین کو حکم دیا کہ اس بندے کے ذرات جہاں کہیں بھی ہیں ان کو جمع کر دے زمین نے اس کے ذرات جمع کر دیے تو وہ زندہ کھڑا ہو گیا اللہ تعالی نے فرمایا تو نے یہ کام کیوں کیا؟ ایسی وصیت کیوں کی؟ تو وہ کہنے لگا اے میرے رب میں نے تیرے ڈر کی وجہ سے ایسا کیا تھا چنانچہ اللہ تعالی نے اس بخش دیا۔

ملاحظہ فرمائیں اگر موت کے بعد سوال و جواب اور اس کے بعد ثواب و عذاب کا تعلق اس دنیا والے جسم سے نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے اس بندے کے اسی دنیوی جسم کو دوبارہ کیوں زندہ فرمایا؟ اس کی روح تو محفوظ تھی اسی سے سوال و جواب کر لیتے۔

حدیث نمبر 3:

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوا لأَخِيكُمْ وَسَلُوا لَهُ التَّثْبِيتَ فَإِنَّهُ الآنَ يُسْأَلُ

سنن ابی داود ج ص باب الِاسْتِغْفَارِ عِنْدَ الْقَبْرِ لِلْمَيِّتِ فِي وَقْتِ الِانْصِرَافِ.

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کو دفن کرنے سے فارغ ہو جاتے تو تھوڑی دیر وہی ٹھہرتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے لیے ثابت قدمی کا سوال کرو کیونکہ اس سے ابھی سوال کیے جائیں گے۔

اور سوال زندہ سے کیا جاتا ہے۔

[۳]: عذاب و ثواب جسم مع الروح

قرآن مع التفسیر:

آیت نمبر 1:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ [الانعام 93]

مستدلین:

1: امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری المتوفیٰ 256ھ نے اس آیت کریمہ سے عذاب قبر پر استدلال کیا ہے فرماتے ہیں:

باب ما جاء فی عذاب القبر وقول الله تعالى ولو ترىٰ إذ الظالمون فی غمرات الموت والملائكة باسطو أيديهم أخرجوا أنفسكم اليوم تجزون عذاب الهون

صحیح بخاری ج1 ص183

2: امام شمس الدین ابو عبد اللہ بن قیم الجوزیہ المتوفیٰ 751ھ ایک سوال "قرآن کریم میں عذاب و ثواب قبر کا ذکر کیوں نہیں؟" کے جواب میں فرماتے ہیں:

وأما الجواب المفصل فهو أن نعيم البرزخ وعذابه مذكور فی القرآن فی غير موضع فمنها قوله تعالى ولو ترى إذ الظالمون

فی غمرات الموت والملائکة باسطو أیدیهم أخرجوا أنفسکم الیوم تجزون عذاب الهون بما کنتم تقولون علی الله غیر الحق و کنتم عن ایاته تستکبرون وهذا خطاب لهم عند الموت وقد أخبرت الملائکة وهم الصادقون أنهم حینئذ یجزون عذاب الهون ولو تأخر عنهم ذلك إلی انقضاء الدنیا لما صح أن یقال لهم الیوم تجزون"

کتاب الروح لابن قیم ص87

3: مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب المتوفی 1396ھ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

آج مرنے کے ساتھ ہی تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی یعنی جس میں تکلیف جسمانی بھی ہو اور ذلت روحانی بھی۔

معارف القرآن ج3 ص393

آیت نمبر2:

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَى عَذَابٍ عَظِيمٍ (التوبہ: 101)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کے لئے قیامت سے پہلے دو عذابوں کو ذکر کیا ہے۔ بقولِ مفسرین ان میں ایک عذاب قبر کا ہے۔

مستدلین:

1: عن ابن عباس فی هذه الآیة قال قام رسول الله صلی الله علیه وسلم خطیبا یوم الجمعة فقال "اخرج یا فلان، فإنك منافق، واخرج یا فلان فإنك منافق فأخرج من المسجد ناسا منهم فضحهم فجاء عمر وهم یخرجون من المسجد فاختبأ منهم حیاء أنه لم یشهد الجمعة وظن أن الناس قد انصرفوا، واختبئوا هم من عمر ظنوا أنه قد علم بأمرهم فجاء عمر فدخل المسجد فإذا الناس لم یصلوا، فقال له رجل من المسلمین: أبشر یا عمر، قد فضح الله المنافقین الیوم. قال ابن عباس: فهذا العذاب الأول حین أخرجهم من المسجد، والعذاب الثانی عذاب القبر"

تفسیر ابن کثیر ج3 ص435

2: وقال الحسن البصری: عذاب فی الدنیا، وعذاب فی القبر

تفسیر ابن کثیر ج3 ص435

آیت نمبر3:

يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ

ابراھیم 27

تفسیر نبوی:

1: عن البراء بن عازب رضی الله عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم قال إذا أقعد المؤمن فی قبره أتی ثم شهد أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله فذلك قوله {یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت} حدثنا محمد بن بشار حدثنا غندر حدثنا شعبة بهذا وزاد {یثبت الله الذین آمنوا} نزلت فی عذاب القبر

صحیح بخاری ج1 ص183

2: عن البراء بن عازب عن النبی صلی الله علیه و سلم قال: { یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة } قال نزلت فی عذاب القبر یقال له من ربك فیقول ربی الله ودینی دین محمد صلی الله علیه و سلم فذلك قوله { یثبت الله

الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ

سنن نسائی ج1 ص290 باب عذاب القبر

تفسیر صحابی:

عن خیثمۃ عن البراء قال : { یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ } قال نزلت فی عذاب القبر

سنن نسائی ج1 ص289 باب عذاب القبر

فائدہ: اکثر سنی مفسرین نے اس آیت کریمہ کو ثواب وعذاب قبر کے متعلق قرار دیا ہے اور اس آیت کے تحت اعادہ روح، سوال وجواب فی القبر کو ذکر کیا ہے طوالت کے خوف سے ان تمام کو یہاں نقل نہیں کیا جاتا صرف ایک پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

"قبر کا عذاب وثواب قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ حدیث یہ ہے؛ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قبر میں مومن سے سوال کیا جائے گا تو ایسے ہولناک مقام اور سخت حال میں بھی وہ بتائید ربانی اس کلمہ پر قائم رہے گا، اور "لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی شہادت دے گا اور پھر فرمایا کہ ارشاد قرآنی " یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ "کا یہی مطلب ہے ۔۔۔اسی طرح تقریباً چالیس صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے معتبر اسانید کے ساتھ اسی مضمون کی حدیثیں منقول ہیں جن کو امام ابن کثیر نے اس جگہ اپنی تفسیر میں جمع کیا ہے اور شیخ جلال الدین سیوطی نے اپنے منظوم رسالہ "التثبیت عند التبییت" میں اور "شرح الصدور" میں ستر احادیث کا حوالہ نقل کرکے ان روایات کو متواتر فرمایا ہے، ان سب حضرات صحابہ کرام نے آیت مذکورہ میں آخرت سے مراد قبر اور اس آیت کو قبر کے عذاب وثواب سے متعلق قرار دیا ہے۔"

معارف القرآن ج5 ص248

احادیث مبارکہ:

حدیث نمبر 1:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ حَدَّثَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ أَتَاهُ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهِ فَيَقُولَانِ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُولُ أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ فَيُقَالُ لَهُ انْظُرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنْ النَّارِ قَدْ أَبْدَلَكَ اللَّهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنْ الْجَنَّةِ فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا قَالَ قَتَادَةُ وَذُكِرَ لَنَا أَنَّهُ يُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى حَدِيثِ أَنَسٍ قَالَ وَأَمَّا الْمُنَافِقُ وَالْكَافِرُ فَيُقَالُ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ فَيُقَالُ لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ وَيُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ

صحیح بخاری ص220 بَابُ مَا جَاءَ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ رقم 1374

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے دفن کرنے والے ساتھی واپس لوٹتے ہیں یقینا وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے اس وقت اس کے پاس دو فرشتے آجاتے ہیں اس کو بٹھادیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہتا ہے مومن کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں پس اسے کہا جاتا ہے کہ تو اپنا آگ کا ٹھکانہ دیکھ لے اللہ تعالی نے تجھے اس کے بدلے جنت عطا فرمائی ہے پس وہ دونوں مقاموں کو دیکھتا

ہے باقی منافق اور کافر جب اس سے پوچھا جاتا ہے تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا ہے وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا جس طرح لوگ کہتے تھے میں بھی اسی طرح کہتا تھا تو فرشتے اسے کہتے ہیں نہ تو خود جانتا تھا اور نہ ہی جاننے والوں پر اعتماد کرتا تھا اس کے بعد لوہے کے ہتھوڑے سے اسے ایسا مارا جاتا ہے کہ وہ چیختا ہے اور اس کی چیخ وپکار جن اور انس کے علاوہ ارد گرد کے جانور سنتے ہیں۔

حدیث نمبر2:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ إِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صلی الله علیه وسلم دَخَلَ نَخْلاً لِبَنِي النَّجَّارِ فَسَمِعَ صَوْتًا فَفَزِعَ فَقَالَ مَنْ أَصْحَابُ هَذِهِ الْقُبُورِ قَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ نَاسٌ مَاتُوا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ قَالُوا وَمِمَّ ذَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ أَتَاهُ مَلَكٌ فَيَقُولُ لَهُ مَا كُنْتَ تَعْبُدُ فَإِنِ اللَّهُ هَدَاهُ قَالَ كُنْتُ أَعْبُدُ اللَّهَ. فَيُقَالُ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ فَيَقُول هُوَ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ فَمَا يُسْأَلُ عَنْ شَيْءٍ غَيْرَهَا فَيُنْطَلَقُ بِهِ إِلَى بَيْتٍ كَانَ لَهُ فِي النَّارِ فَيُقَالُ لَهُ هَذَا بَيْتُكَ كَانَ لَكَ فِي النَّارِ وَلَكِنَّ اللَّهَ عَصَمَكَ وَرَحِمَكَ فَأَبْدَلَكَ بِهِ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ فَيَقُولُ دَعُونِي حَتَّى أَذْهَبَ فَأُبَشِّرَ أَهْلِي فَيُقَالُ لَهُ اسْكُنْ. وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ أَتَاهُ مَلَكٌ فَيَنْتَهِرُهُ فَيَقُولُ لَهُ مَا كُنْتَ تَعْبُدُ فَيَقُولُ لاَ أَدْرِي. فَيُقَالُ لَهُ لاَ دَرَيْتَ وَلاَ تَلَيْتَ فَيُقَالُ لَهُ فَمَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ فَيَقُولُ كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ فَيَضْرِبُهُ بِمِطْرَاقٍ مِنْ حَدِيدٍ بَيْنَ أُذُنَيْهِ فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا الْخَلْقُ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ (سنن ابی داود ج2ص305باب فِي الْمَسْأَلَةِ فِي الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنی نجار کے باغ میں تشریف لے گئے آپ نے وہاں پر ایک آواز سنی تو آپ گھبرا گئے اور دریافت فرمایا یہ کن لوگوں کی قبریں ہیں؟ لوگوں نے بتایا یارسول اللہ کچھ لوگوں کی قبریں ہیں جو دور جاہلیت میں انتقال کر گئے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ سے آگ کے عذاب اور فتنہ دجال سے پناہ مانگو لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ کس وجہ سے؟ آپ نے ارشاد فرمایا مومن جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس ایک فرشتہ آتا ہے اور کہتا ہے تو (دنیا میں) کس کی عبادت کرتا تھا؟ اللہ تعالیٰ جس کی راہنمائی فرماتے ہیں تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں اللہ تعالی کی عبادت کرتا تھا پھر اس شخص سے کہا جاتا ہے کہ تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں) وہ شخص جواب دیتا ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اس کے بعد اس کو ایک گھر کی طرف لے جاتے ہیں جو اس کے لیے دوزخ میں تھا اور اس سے کہتے ہیں تمہارا دوزخ میں یہ گھر تھا لیکن اللہ تعالی نے تمہاری حفاظت فرمائی اور تم پر رحم فرمایا اور اس کے عوض جنت میں گھر عطا فرما دیا، وہ شخص یہ سن کر کہتا ہے کہ مجھے دنیا میں واپس جانے دو میں اپنے اہل خانہ کو اس کی خوشخبری سناؤں لیکن اس شخص کو دنیا میں واپس آنے کی اجازت نہیں دی جاتی اور جب کافر کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس فرشتہ آتا ہے اور ڈانٹ کر اس سے پوچھتا ہے کہ تو کس کی عبادت کرتا تھا؟ وہ کہتا ہے مجھے معلوم نہیں پھر اس سے کہتے ہیں کہ تو نے نہ تو خود علم حاصل کیا اور نہ کسی کی اتباع کی پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تو اس شخص (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ میں وہی بات کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے پھر وہ فرشتہ اس شخص کو اس کے دونوں کانوں کے درمیان لوہے کے گرز سے مارتا ہے وہ شخص ایسی چیخ مارتا ہے کہ اللہ کی تمام مخلوق اس کو سنتی ہے سوائے جنوں اور انسانوں کے۔

حدیث نمبر3:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرَيْنِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ مِنْ كَبِيرٍ ثُمَّ قَالَ بَلَى أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ يَسْعَى بِالنَّمِيمَةِ وَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ قَالَ ثُمَّ أَخَذَ عُودًا رَطْبًا فَكَسَرَهُ بِاثْنَتَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى قَبْرٍ ثُمَّ قَالَ لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا

صحیح بخاری ص221 باب عَذَابِ الْقَبْرِ مِنَ الْغِيبَةِ وَالْبَوْلِ رقم 1378، مسند احمد ج3 ص441 رقم 1980،

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں سے گذر ہوا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ان دو قبر والوں کو عذاب دیا جارہا ہے اور عذاب بھی کسی بڑے جرم کی وجہ سے نہیں ہورہا ہے پھر آپ نے فرمایا ان میں سے ایک چغل خوری کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا پھر آپ علیہ السلام نے ایک ترٹہنی منگوائی اور اس کو دو حصوں میں تقسیم کرکے ان میں سے ہر ایک قبر پر گاڑدی پھر فرمایا کہ امید ہے ان کے خشک ہونے تک ان سے عذاب میں تخفیف کردی جائے گی۔

اجماع اہل السنت والجماعت:

1: بیان استنباط الاحکام الاول فیه أن عذاب القبر حق یجب الإیمان به والتسلیم له وعلی ذلك أهل السنة والجماعة------------ثم المعذب عند أهل السنة الجسد بعینه أو بعضه بعد إعادة الروح إلی جسده أو إلی جزئه وخالف فی ذلك محمد بن جریر وطائفة فقالوا لا یشترط إعادة الروح وهذا أیضا فاسد

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج2ص598،597

2: ثم المعذب عند أهل السنة الجسد بعینه أو بعضه بعد اعادة الروح إلیه أو إلی جزء منه وخالف فیه محمد بن جریر وعبدالله بن کرام وطائفة فقالوا لا یشترط إعادة الروح قال أصحابنا هذا فاسد لأن الألم والاحساس إنما یکون فی الحی

شرح مسلم ج2ص386

3: بَلْ الْعَذَابُ وَالنَّعِيمُ عَلَى النَّفْسِ وَالْبَدَنِ جَمِيعًا بِاتِّفَاقِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ تَنْعَمُ النَّفْسُ وَتُعَذَّبُ مُنْفَرِدَةً عَنْ الْبَدَنِ وَتُعَذَّبُ مُتَّصِلَةً بِالْبَدَنِ وَالْبَدَنُ مُتَّصِلٌ بِهَا فَيَكُونُ النَّعِيمُ وَالْعَذَابُ عَلَيْهِمَا فِي هَذِهِ الْحَالِ مُجْتَمِعِينَ كَمَا يَكُونُ لِلرُّوحِ مُنْفَرِدَةً عَنْ الْبَدَنِ

فتاوي ابن تیمیہ ج2ص140

4: ایصال ثواب

کیپٹن عثمانی کی جماعت نے اہل السنت والجماعت سے جن مسائل میں اختلاف کیا ہے ان میں ایک مسئلہ "ایصال ثواب" کا بھی ہے۔ قرآن کریم، احادیث مبارکہ اور اسلاف امت کے فرامین کی روشنی میں "اہل السنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق واجماع ہے کہ مسلمان بندہ اپنے فوت شدہ بھائی، عزیز اور بزرگوں کو جانی اور مالی عبادت کا ثواب پہنچاسکتا ہے۔ اور زندہ آدمی کی دعاواستغفار کا مردہ کو فائدہ ضرور پہنچتا ہے۔ آدمی نماز، روزہ، حج وعمرہ، تلاوت، ذکر، صدقہ خیرات، قربانی وغیرہ کا ایصال ثواب بھی کرسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا ثواب مردہ مسلمان تک پہنچا دیتے ہیں خواہ دعاواستغفار ہو یا کلام وطعام ہو۔ بہر حال ایصال ثواب کتاب وسنت کی روشنی میں ثابت ہے۔ جس کا کوئی مسلمان انکاری نہیں بشرطیکہ سنت اور شریعت کے مطابق کیا جائے۔ اس کے اندر کسی قسم کی رسومات، بدعات، خرافات کی ملاوٹ نہ کی جائے۔ اگر ایسا گیا تو عبادت عبادت نہیں رہتی بلکہ بدعت کے زمرہ میں آجاتی ہے۔ اس طرح ایصال ثواب والی عبادت بھی پر خلوص ہونی چاہیے کیونکہ ریاکاری اور دکھاوے والی عبادت کا جب ثواب نہیں ملتا۔ تو ایصال ثواب کیسے ہو گا؟ خیر اہل السنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ بدنی عبادات (مثلاً نوافل، حج، قربانی، تلاوتِ قرآن وغیرہ) اور مالی عبادات (مثلاً صدقہ وخیرات) کا ایصال ثواب جائز ہے۔ تصریحات فقہاء ملاحظہ ہوں:

1: علامہ علاء الدین کاسانی (م587ھ) لکھتے ہیں:

فإن من صَامَ أو صلی أو تَصَدَّقَ وَجَعَلَ ثَوَابَهُ لِغَيْرِهِ من الْأَمْوَاتِ أو الْأَحْيَاءِ جَازَ وَيَصِلُ ثَوَابُهَا إلَيْهِمْ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ ---- وَعَلَيْهِ عَمَلُ الْمُسْلِمِينَ من لَدُنْ رسول اللَّهِ صلی اللّٰهُ علیه وسلم إلَى يَوْمِنَا هذا من زِيَارَةِ الْقُبُورِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ علیها وَالتَّكْفِينِ وَالصَّدَقَاتِ وَالصَّوْمِ وَالصَّلَاةِ وَجَعْلِ ثَوَابِهَا لِلْأَمْوَاتِ

(بدائع الصنائع: ج2ص فصل نبات الحرم)

ترجمہ: اگر کسی نے روزہ رکھا، نماز پڑھی یا صدقہ کیا اور اس کا ثواب کسی مردہ یا زندہ کو پہنچایا تو یہ جائز ہے اور اہل السنت والجماعت کے ہاں ان اعمال کا ثواب دوسروں کو پہنچتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے لے کر اب مسلمانوں کا انہی کاموں پر عمل رہا ہے کہ قبروں کی زیارت کرتے ہیں، وہاں قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، مردوں کو کفن دیتے ہیں، صدقات کرتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں اور ان تمام کاموں کا ثواب مردوں کو بخشتے ہیں۔

2:علامہ ابن تیمیہ الحنبلی (م728ھ) سے اس بارے میں سوال ہوا، سوال جواب پیش خدمت ہے:

سُئِلَ: عَنْ قِرَاءَةِ أَهْلِ الْمَيِّتِ تَصِلُ إلَيْهِ؟ وَالتَّسْبِيحُ وَالتَّحْمِيدُ، وَالتَّهْلِيلُ وَالتَّكْبِيرُ، إذَا أَهْدَاهُ إلَى الْمَيِّتِ يَصِلُ إلَيْهِ ثَوَابُهَا أَمْ لَا؟

الْجَوَابُ: يَصِلُ إلَى الْمَيِّتِ قِرَاءَةُ أَهْلِهِ، وَتَسْبِيحُهُمْ، وَتَكْبِيرُهُمْ، وَسَائِرُ ذِكْرِهِمْ لِلَّهِ تَعَالَى، إذَا أَهْدَوْهُ إلَى الْمَيِّتِ، وَصَلَ إلَيْهِ، وَاَللَّهُ أَعْلَمُ.

(الفتاویٰ الکبریٰ لابن تیمیہ: ج3ص38 کتاب الجنائز- رقم المسئلة26)

ترجمہ: آپ سے سوال کیا گیا کہ اہلِ میت اگر قرآن مجید پڑھ کر اس کا ثواب میت کو بخشیں تو کیا یہ ثواب میت کو پہنچے گا؟ اس طرح سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر پڑھ کر میت کو ثواب بھیجیں تو کیا اس کا ثواب میت کو پہنچے گا یا نہیں؟

3:علامہ قرطبی مالکی (م671ھ) لکھتے ہیں:

وانه يصل الى الميت ثواب مايقرء ويدعیٰ ويستغفر له ويتصدق عليه

(التذکرۃ فی احوال الموتیٰ وامور الآخرۃ: ص101 باب ماجاء فی قراۃ القرآن عند القبر حالۃ الدفن وبعدہ)

ترجمہ: بے شک میت کے لیے جو قرآن پڑھا جائے، جو دعا کی جائے، اس کے لیے استغفار کیا جائے اور اس کے لیے صدقہ کیا جائے تو ان چیزوں کا ثواب اس کو پہنچتا ہے

عثمانی مذہب:

اس مسئلہ کے متعلق منور سلطان نے کئی مقامات پر لکھا اپنی کتاب اسلام یا مسلک پرستی میں ایصال ثواب کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں: مسلک پرستوں کا مشہور عقیدہ ہے کہ صدقات، خیرات اور اعمال صالحہ خیر کا ثواب زندہ، مردہ میں لوگوں کو ایصال کیا جاسکتا ہے، یہ عقیدہ در اصل اس لیے بنایا گیا ہے تاکہ دین کو کھانے کمانے کا ذریعہ بنانے والوں کی دکان چلتی رہے۔

اسلام یا مسلک پرستی ص43

قرآن اس بات پر فیصل ہے کہ ایک آدمی کا کیا ہوا عمل صرف اسی کی ذات تک محدود ہے دوسرے کو منتقل نہیں کیا جاسکتا۔

اسلام یا مسلک پرستی ص48

توحید الٰہی اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اشاعت اور قرآن وحدیث سے تمسک کے دعویداروں کا توحید وسنت کے منافی اعمال کی ترویج اور قرآن وحدیث سے دوری کی مزید مثالوں میں ایصال ثواب، تعویذات اور دعا بعد الفرائض بھی شامل ہیں۔۔۔۔ متعدد آیات اس پر شاہد ہیں کہ ایک انسان کے اعمال کا بدلہ اسی کو ملتا ہے اعمال صالحہ کا ثواب کسی دوسرے کو منتقل نہین کیا جاسکتا۔

رسالہ حبل اللہ اکتوبر 2001ء تحریر منور سلطان

احادیث صحیحہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ایک آدمی کوئی اچھا عمل کرے اور اس کا ثواب کسی میت کو کو ایصال کر دے مردوں کو ایصال ثواب کی اصطلاح اور اس کی نیت کے ساتھ قرآن خوانی کرنے، کھانے پکانے اور کھلانے اس کی قرآن وسنت سے کوئی دلیل نہیں ملتی۔

حبل اللہ ص20

دلائل اہل السنت والجماعت

1: عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إذا مات الإنسان انقطع عنه عمله إلا من ثلاثة إلا من صدقة جارية أو علم ينتفع به أو ولد صالح يدعو له

(صحیح مسلم ج2ص41)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے۔ مگر تین عمل صدقہ جاریہ، علم جس سے فائدہ اٹھایا جارہا ہو اور نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے

2: عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم أن مما يلحق المؤمن من عمله وحسناته بعد موته علما علمه ونشره وولدا صالحا تركه. ومصحفا ورثه أو مسجدا بناه أو بيتا لابن السبيل بناه أو نهرا أجراه أو صدقة أخرجها من ماله في صحته وحياته. يلحقه من بعد موته

(سنن ابن ماجہ ص22)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: موت کے بعد مومن کو جو اعمال اور نیکیاں ملتی ہیں وہ یہ ہیں۔ علم جو سیکھا پھر اس کی اشاعت کی یا نیک بیٹا چھوڑ گیا یا قرآن پاک وراثت میں چھوڑا یا مسجد کی تعمیر کی یا مسافر خانہ بنایا یا نہر کھدوائی یا وہ صدقہ جو اپنے مال سے تندرستی اور زندگی میں نکالا، ان کا ثواب موت کے بعد بھی ان کو پہنچتا ہے۔

3: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ

(صحیح البخاری ج1ص386: صحیح مسلم ج1ص324)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اس کی والدہ اچانک فوت ہوگئی اور اس نے کوئی وصیت نہیں کی اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ بات کرتی تو صدقہ کرتی اب اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو اس کا ثواب پہنچے گا؟ فرمایا ہاں۔

4: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ الْعَاصَ بْنَ وَائِلٍ نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ يَنْحَرَ مِائَةَ بَدَنَةٍ وَأَنَّ هِشَامَ بْنَ الْعَاصِ نَحَرَ حِصَّتَهُ خَمْسِينَ بَدَنَةً وَأَنَّ عَمْرًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ أَمَّا أَبُوكَ فَلَوْ كَانَ أَقَرَّ بِالتَّوْحِيدِ فَصُمْتَ وَتَصَدَّقْتَ عَنْهُ نَفَعَهُ ذَلِكَ

(مسند احمد: رقم الحدیث6704)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ عاص بن وائل نے زمانہ جاہلیت میں سو اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی۔ اس کے بیٹے ہشام نے باپ کی طرف سے 55 اونٹ ذبح کیے، عمرو رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ان کا کیا ہوگا؟ فرمایا، تیرا باپ توحید کا اقرار کرتا اور تو روزہ رکھ کر یا صدقہ کر کے ثواب پہنچاتا تو اس کو اس سے فائدہ ہوتا۔

استدلال:

مذکورہ روایات کا حاصل یہ ہے کہ انسان کا صدقہ جاریہ، نشرِ علم کا ثواب پہنچتا ہے اور کسی کے لیے دعا کرنا، کسی کی جانب سے صدقہ کرنا وغیرہ کا ایصال ثواب بھی جائز اور ثواب کا پہنچنا بھی برحق ہے۔ ایصال ثواب کی اصل بھی یہی ہے کہ یہ ثواب ہدیہ کرنے والی کی ملک ہوتا ہے وہ جس کو چاہے ہدیہ کر سکتا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ مذکورہ چیزوں کا ایصال ثواب تو جائز ہو لیکن قراءتِ قرآن کا ایصال ثواب کرنا جائز نہ ہو، بلکہ عمومِ روایات کا تقاضا یہی ہے کہ قراءتِ قرآن کا ایصال ثواب جائز ہے۔ یہی موقف ان عبارات سے ظاہر ہوتا ہے۔ علامہ ابن القیم فرماتے ہیں:

وسر المسألة أن الثواب ملك العامل فإذا تبرع به وأهداه إلى أخيه المسلم أوصله الله إليه فما الذى خص من هذا ثواب قراءة القرآن وحجر على العبد أن يوصله إلى أخيه وهذا عمل سائر الناس حتى المنكرين فى سائر الإعصار والأمصار من غير نكير من العلماء

(کتاب الروح:ص فصل فان قیل فہل تشترطون فی وصول الثواب ان یہدیہ بلفظہ ام یکفی)

ترجمہ: اس مسئلہ کا راز یہ ہے کہ ثواب عمل کرنے والے کی ملکیت ہے۔ لہٰذا جب وہ اس کو اپنے مسلمان بھائی کے لیے تبرع اور ہدیہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ وہ ثواب اس کو پہنچا دیتے ہیں۔ تو وہ کون سی چیز ہے کہ قرآن مجید کی قراءت کے ثواب کو اس اصول و قاعدہ سے خاص کیا جائے اور مومن بندہ پر اس چیز کی رکاوٹ ڈالی جائے کہ وہ اس کے ذریعے سے اپنے مسلمان بھائی کو ایصال ثواب نہیں کر سکتا۔ اس پر تو تمام لوگوں کا حتیٰ کہ خود منکرین کا بھی ہر زمانہ، علاقہ اور شہر میں علماء کی نکیر کے بغیر عمل ہوتا رہا ہے۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

و فی مسند أبي داود الطيالسی : فوضع على أحدهما نصفاً و على الآخر نصفاً و قال : إنه يهون عليهما ما دام فيهما من بلوتهما شيء، قالوا : و يستفاد من هذا غرس الأشجار و قراءة القرآن على القبور و إذا خفف عنهم بالأشجار ، فكيف بقراءة الرجل المؤمن القرآن.

(التذکرۃ للقرطبی: ص101)

ترجمہ: مسند ابی داؤد الطیالسی میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاخ کا ایک حصہ ایک قبر پر اور ایک حصہ دوسری قبر پر رکھا اور فرمایا: ان شاخوں میں جب تک تری موجود رہے گی ان کی وجہ سے ان مردوں پر عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔ علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے قبروں پر درخت لگانے اور قرآن کی تلاوت کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ جب درختوں کے ذریعے عذاب میں تخفیف ہو سکتی ہے تو مومن کے قرآن پڑھنے سے کیوں نہیں ہو سکتی؟!

5: عن عبد الرحمن بن العلاء بن اللجلاج عن ابيه قال قال ابى اللجلاج ابو خالد يا بنى إذا مت فالحد لى لحدا فإذا وضعتنى فى لحدى فقل : بسم الله وعلى ملة رسول الله صلى الله عليه و سلم ثم سن التراب على سنا ثم اقرأ عند رأسى بفاتحة البقرة وخاتمتها فإنى سمعت رسول الله صلى الله عليه و سلم يقول ذلك

(المعجم الکبیر للطبرانی: ج ص رقم الحدیث)

ترجمہ: علاء بن اللجلاج کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے وصیت کرتے ہوئے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو میرے لیے لحد بناؤ اور جس وقت مجھے لحد میں رکھو تو "بسم الله وعلى ملة رسول الله صلى الله عليه و سلم" کہو، پھر مجھ پر مٹی ڈال دو اور اس کے بعد میرے سر کی جانب سورۃ بقرۃ کا ابتدائی اور آخر پڑھو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کہتے ہوئے سنا ہے۔

استدلال:

مردے کے سرہانے قرآن کی تلاوت کا مردے کو فائدہ ہوتا ہے، اسی لیے صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبر پر سورت بقرہ کی آیات کی تلاوت کی وصیت فرمائی اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً بیان کیا۔

منکرین کے شبہات کا جائزہ:

شبہ نمبر 1:

منکرین ایصال ثواب اس آیت: ﴿وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلاَّ مَا سَعٰى﴾ کو اپنے دعویٰ پر دلیل سمجھتے ہیں۔

ازالہ:

یہ استدلال باطل ہے۔ اس لیے کہ اگر یہی موقف اختیار کیا جائے کہ جو چیز مردہ کا عمل ہو نہ اس کی محنت تو اس کا ثواب مردہ کو نہیں پہنچتا تو اس کی روسے تو میت کے لیے استغفار، نمازِ جنازہ، صدقاتِ نافلہ وغیرہ کا انکار لازم آتا ہے کیونکہ یہ امور بھی میت کے اعمال ہیں نہ اس کی محنت جبکہ فریق مخالف خود ان کا قائل ہے۔ اس لیے اس آیت کا یہ مطلب نہیں جو کہ منکرین نے سمجھا ہے۔

علماء کرام نے اس کے کئی مطالب بیان کیے ہیں۔

1: آیت میں "سعی" سے مراد "سعی ایمانی" ہے یعنی کسی کا ایمان دوسرے کو ایمان کی جگہ فائدہ نہیں دے گا۔

2: حافظ ابن صلاح فرماتے ہیں:

لا حق له و لا جزاء الا فيما سعىٰ و لا يدخل فيه ما يتبرع به الغير من قراءة او دعاء و انه لا حق له في ذلك و لا مجازاة و انما اعطا الغير تبرعاً

(تکملۃ فتح الملہم: ج3 ص115 ص116)

کہ آدمی کا حق اور جزاء اسی کام میں ہے جو اس نے سعی کی ہے، دوسرا آدمی جو اس کو قراءت یا دعا کا ثواب تبرعاً دیتا ہے اصلاً تو اس بندے کا اس میں حق نہیں بلکہ یہ اس کی طرف سے تبرع ہے۔

حاصل اس جواب کا یہ ہے کہ اصلاً غیر کا اس کے عمل میں تو حق نہیں ہے لیکن جب غیر اس کو اپنا حق تبرعاً دے دے تو اب اس کو اس سعی کا اجر ملے گا۔ [وجوباً اور تفضلاً کی اصطلاح سے یہ بات بخوبی سمجھی جاسکتی ہے]

شبہہ نمبر 2:

ایصال ثواب بالقرآن کا دستور دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں نہیں تھا۔ اگر یہ جائز ہوتا تو صحابہ تو اس کو ضرور کرتے۔

ازالہ:

اولاً۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور مبارک میں فوت شدہ افراد کے لیے صدقہ، خیرات، قربانی، غلام آزاد کرنے، اس کی طرف سے حج کرنے، عمرہ کرنے وغیرہ کے کئی واقعات ثابت ہیں اور مسئلہ کے ثبوت کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

ثانیاً۔۔۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں دو قسم کے کام تھے۔

1: جن میں اعلان، اظہار اور تداعی مطلوب ہو مثلاً باجماعت نماز، رمضان کے روزے، حج، عمرہ، قربانی وغیرہ۔ ان کا اظہار اولیٰ ہوتا ہے۔

2: جن میں اخفاء و پوشیدگی افضل ہوتی ہے جیسے غرباء کی امداد، کسی کی خیر خواہی چاہنا، یتیموں کی خبر گیری کرنا، بیواوں کا خیال رکھنا۔ ان امور میں اخفاء بہتر اور اظہار نہ کرنا اولیٰ ہوتا ہے۔ ایصال ثواب کا مسئلہ قسم ثانی میں سے ہے۔ تو اس کے تقاضے کے مطابق یہ امور مخفی ہوتے تھے ہاں البتہ اس باب کے چند متفرق واقعات اس لیے منقول ہوئے کہ کسی صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صدقہ کے بارے میں کوئی بات پوچھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادی یا اس کے بیان کا کوئی محرک پیش آیا اور بیان کر دیا گیا۔ اس لیے ایسے واقعات زیادہ منقول نہیں۔

5: دینی امور پر اجرت

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اور یہ بات بھی نہایت معقول ہے کہ جو لوگ دن رات دین اسلام کی خدمت میں مصروف و مشغول ہیں خواہ وہ شعبہ تعلیم و تدریس ہو یا تبلیغ و جہاد، اذان و مساجد کی خدمت ہو یا امامت و خلافت بالغرض جو شخص ہمہ تن چوبیس گھنٹے خدمت دین میں لگا ہوا ہے اور اس مصروفیت کی وجہ سے وہ کوئی ذریعہ معاش نہیں اپنا سکتا اور اگر وہ کوئی اور ذریعہ معاش اختیار کرتا

ہے تو خدمت دین میں خلل رونما ہوتا ہے تو ضروری ہے کہ ایسے خدام دین کے لیے معاش کا انتظام کیا جائے اور اس کے لیے اور اس کے اہل وعیال کے لیے ایک معقول وظیفہ کا انتظام کیا جائے تاکہ یہ لوگ دل جمعی اور اطمینان کے ساتھ اپنے شعبہ کی خدمت سرانجام دے سکیں اور بے فکری سے دین کی خدمت کر سکیں۔ بصورت دیگر دینی کاموں میں خلل واقع ہو گا تعلیم و تبلیغ اور انتظامی امور کو نقصان ہو گا لہذا فرائض واجبات کو قائم رکھنے کے لیے اور انتظام کو برقرار رکھنے کے لیے تنخواہیں مقرر کرنا بہت ہی ضروری ہے چنانچہ یہ معقول طریقہ کار آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور مبارک سے چلا آرہاہے اور س پر کسی معقول آدمی نے اعتراض اور نکتہ چینی نہیں کی اور نہ ہی یہ مناسب ہے لیکن اس کے باوجود علماء اسلام نے تصریح فرمائی ہے کہ خدام دین کی اس اجرت کو نماز تعلیم تبلیغ کا معاوضہ نہ کہا جائے بلکہ اس وقت کا اور پابندی وقت کا معاوضہ کہا جائے اور جب تک دنیا میں اسلامی حکومتیں قائم تھیں تو اس وظیفہ کا انتظام بیت المال کی رقم سے کیا جاتا تھا امیر المومنین مبلغین مجاہدین اور ائمہ مساجد وغیرہ کی تنخواہیں بیت المال سے ہی ادا کی جاتی تھیں اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

بلکہ علماء اسلام کا ایسی تنخواہوں کے جواز پر اتفاق ہے۔ لیکن کیپٹن عثمانی نے چند آیات قرآنیہ کا غلط مطلب نکال کر اور ضعیف حدیثوں کا سہارا لے کر خدام دین کی تنخواہوں کو ناجائز بناڈالا بلکہ تنخواہ لینے کو دین فروشی اور حرام خوری کا نام دے دیا اور یہود و نصاریٰ پر نازل ہونے والی آیات کریمہ کو علماء اسلام اور خدام دین پر چسپاں کرنا شروع کر دیا حالانکہ کتاب و سنت اور آثار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین و تابعین کے اقوال سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ دین کے خدمت گاروں کی تنخواہیں جائز اور حلال ہیں خواہ وہ بیت المال سے ہوں یا بیت المال کے نہ ہونے کی صورت میں مسلمانوں کے اجتماعی یا انفرادی مال سے ہوں۔

اس موضوع پر کیپٹن نے ایک مستقل رسالہ لکھا دینداری یا دکانداری جس میں اس نے دینی امور پر اجرت لینے والوں کو بنی اسرائیل کے تحریف کرنے والے علماء کے برابر قرار دیا اور اجرت علی الطاعت کو قرآن وحدیث کے خلاف اور آخرت کے ثواب سے محرومی کا ذریعہ بتایا ہے چند عبارات ملاحظہ فرمائیں:

1: ایک جگہ طنز کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان کے یہاں نماز بکتی ہے ان کے امام اور موذن بغیر اجرت کے یہ امور انجام نہیں دیتے قرآن وحدیث کا بیوپار کیا جارہاہے قرآن پڑھنا اور سکھانا ایک پیشہ بن گیا ہے جس کو دنیا کمانے کے لیے اختیار کیا جاتا ہے۔ مولوی صاحب قرآن کی تعلیم بغیر اجرت لیے نہیں دیتے مفتیان دین باقاعدہ تنخواہ لے کر فتوی دیتے ہیں، نکاح خوشی کا موقع ہوتا ہے تو قاضی صاحب جب تک نکاح پڑھانے کی زیادہ سے زیادہ اجرت نہ لے لیں خوش ہی نہیں ہوتے۔

دینداری یا دکانداری ص 3

2: یہ تھا انبیاء علیہم السلام کا طرز عمل جنہوں نے دنیا والوں سے دین پر کسی بھی قسم کی کوئی اجرت نہیں لی بلکہ وہ اپنی معاش اپنے ہاتھوں سے کسب کر کے حاصل کرتے تھے تو پھر یہ کیسے ورثۃ الانبیاء ہیں جو دین کے ایک ایک کام پر اجرت، نذرانے اور وظیفے وصول کرتے ہیں۔

دین داری یا دکانداری ص 6

3: اللہ سے ڈرنے والے خوف وخشیت کے حامل علم والوں کی یہ صفت ہوتی ہے کہ وہ دینی کام کی اجرت کے طلب گار نہیں ہوا کرتے۔

دین داری یا دکانداری ص 6

4: طرفہ تماشہ یہ ہے کہ دینی امور پر اجرت وصول کرنے کے باوجود یہ سب سے زیادہ دیندار، پرہیز گار اور متقی سمجھے جاتے ہیں۔

دین داری یا دکانداری ص 6

5: کیپٹن کے مشن کو آگے بڑھانے والے منور سلطان صاحب لکھتے ہیں دینی امور پر اجرت اگر اہل یہود کے لیے حرام ہے تو اہل اسلام کے لیے بھی کسی آیت یا حدیث کی روشنی میں حلال نہیں۔ [اسلام یا مسلک پرستی، ص 152]

6: پس ثابت ہوا کہ کسی بھی دینی خدمت پر معاوضہ وصول کرنا ازروئے قرآن وحدیث جائز نہیں اس لیے دین کو پیشہ بنانے والوں کو اس حرام کمائی سے توبہ کرنی چاہیے۔

اسلام یا مسلک پرستی، ص158

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ دینی امور پر اجرت لینا دین کو بیچنے کے مترادف ہے دین امور پر اجرت لینے والوں کو یہ حق حاصل نہیں کہ خود کو انبیاء کا وارث کہیں، دینی امور پر اجرت وصول کرنے والوں کے دل خوف خدا سے خالی ہوتے ہیں، دینی امور پر اجرت لینا حرام ہے جو ایسا کرتا ہے اسے فوراً توبہ کرنی چاہیے۔

دلائل اہل السنت الجماعت :

دلیل نمبر1:

انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیھا ......الخ

سورۃ توبہ آیت 60

صدقات حق ہیں غریبوں کا محتاجوں کا اور جو متعین ہیں صدقات لینے پر۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بیان فرمائے ہیں ان میں سے ایک مصرف والعاملین علیہا یعنی زکوٰۃ کو وصول کرنے والے کارکن بھی ہیں سب کو معلوم ہے کہ زکوٰۃ کی وصولی ایک عبادت ہے اور اس عبادت کو سرانجام دینے والے حضرات کے لیے اللہ تعالیٰ نے خود حصہ مقرر کیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ زکوٰۃ کی وصولی کا معاوضہ اور تنخواہ ہے اور عاملین کے لفظ سے مستفاد ہوتا ہے کہ جو لوگ دین کے کسی شعبہ میں کارکن ہیں وہ بحیثیت کارکن ہونے کے معاوضہ کے حقدار ہیں خصوصاجب کہ وہ خدمت دین میں ایسے مصروف ہوں کہ کوئی اور ذریعہ معاش نہیں اپناسکتے اور انکا اپنا کوئی ذریعہ معاش بھی نہیں ہے۔ چنانچہ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں اس کے متعلق فرمایا کہ جو عبادات فرض یا واجب عین ہیں ان پر اجرت لینا مطلقا حرام ہے لیکن جو فرض کفایہ ہیں ان پر کوئی معاوضہ لینا اسی آیت کی رو سے جائز ہے۔۔۔۔۔امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسی آیت سے ثابت ہوا کہ امامت وخطابت کا معاوضہ لینا بھی جائز ہے کیونکہ وہ بھی واجب العین نہیں ہیں بلکہ واجب علی الکفایہ ہیں {انتہیٰ} اسی طرح تعلیم قرآن وحدیث اور دوسرے دینی علوم کا بھی یہی حال ہے کہ یہ سب کام پوری امت کے ذمہ فرض کفایہ ہیں اگر بعض لوگ کرلیں تو سب سبکدوش ہو جاتے ہیں اس لیے اگر اس پر کوئی معاوضہ اور تنخواہ لی جائے تو وہ بھی جائز ہے۔

معارف القرآن ج4 ص400

دلیل نمبر2:

ومن کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف

سورۃ نساء آیت 6

ترجمہ: جو شخص مستغنی ہو وہ تو اپنے آپ کو بالکل بچائے اور جو شخص حاجت مند ہو تو وہ مناسب مقدار میں کھالے۔

اس آیت سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ جو شخص کسی یتیم بچے کی کفالت وتربیت کرتا ہے اس کی اور مال کی نگرانی کرتا ہے اور اس کا اپنا کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے اور نہ ہی یتیم کی کفالت سے اس کا وقت بچتا ہے تو اس کو یتیم کے مال سے تنخواہ لینا جائز ہے البتہ اگر اس کا کوئی اور ذریعہ معاش ہے تو خواہ مخواہ یتیم کا مال نہ کھائے چنانچہ مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

”آیت کے سابق سے ایک فقہی ضابطہ اور اصول معلوم ہو گیا کہ جو لوگ اوقاف کے نگران ہیں یا مسجد اور مدارس کے منتظم ہیں یا مسلم

حکومتوں کے اداروں کے ذمہ دار ہیں یا ایسی ہی دوسری ملکی و ملی خدمات جن کا انجام دینا فرض کفایہ ہے ان پر مامور ہیں ان حضرات کے لیے بھی اعلی وافضل یہ ہے کہ اگر اپنے پاس اثاثہ ہو اور وہ اپنے بچوں کے ضروری اخراجات پورے کر سکتے ہوں تو ان اداروں سے اور حکومت کے بیت المال سے کچھ بھی نہ لیں لیکن اگر ان کے پاس گزارہ کے لیے مال موجود نہ ہو اور کسب کے اوقات میں ان کاموں میں مشغول رہتے ہوں تو بقدر ضرورت ان اداروں سے مال لے لینے کا اختیار ہے مگر قدر ضرورت کا لفظ پیش نظر رہے گا۔"

معارف القرآن ج2ص306

حدیث مبارک:

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک لمبی حدیث نقل کی ہے جس میں ایک صحابی نے کسی کو دم رکھا اور اجرت میں چند بکریاں وصول کیں مدینہ پہنچ کر صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام سے کہا:

يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخَذَ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ أَجْرًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللَّهِ"

صحیح بخاری رقم الحدیث 5737 باب الشَّرْطِ فِي الرُّقْيَةِ بِقَطِيعٍ مِنْ الْغَنَمِ

ترجمہ: حضور اس صحابی نے قرآن کریم پر اجرت وصول کی ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا سب سے زیادہ اجرت کے لائق کتاب اللہ ہے

☆ امام عبد الروف مناوی یہ حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں "فأخذ الأجرة على تعليمه جائز كالاستئجار لقراءته والنهي عنه منسوخ أو مؤوّل"

التیسیر شرح الجامع الصغیر ج1ص624، فیض القدیر ج2ص529

یعنی یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے اور جن روایات سے ممانعت ثابت ہوتی ہے وہ یا تو منسوخ ہیں یا خاص صورتوں پر محمول ہیں۔

☆ امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "في الحديث دليل على جواز أخذ الأجرة على تعليم القرآن

شرح السنہ ج8ص268 باب أخذ الأجرة على تعليم القرآن والرقية به

ترجمہ: تعلیم قرآن پر اجرت کے جواز کی یہ حدیث دلیل ہے۔

☆ علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں "إن فيه جواز أخذ الأجرة لقراءة القرآن وللتعليم أيضاً"

عمدۃ القاری باب مايعطى في الرقية على أحياء العرب بفاتحة الكتاب

ترجمہ قرات قرآن اور تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے جواز کی یہ حدیث دلیل ہے۔

ایک روایت میں حضور علیہ السلام نے آخری جملہ یہ فرمایا "واضربوا الى بسهم معكم"

صحیح مسلم باب جواز أخذ الأجرة على الرقية بالقرآن والأذكار

ترجمہ: تم یہ بکریاں لے لو اور میرا حصہ بھی دو

☆ حضرت امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

هذا تصريح بجواز أخذ الأجرة على الرقية بالفاتحة والذكر وأنها حلال لا كراهة فيها و كذا الأجرة على تعليم القرآن

شرح صحیح مسلم باب جواز أخذ الأجرة على الرقية بالقرآن والأذكار

ترجمہ: اس حدیث میں تصریح ہے کہ فاتحہ وغیرہ کے ذریعہ دم کر کے اس پر اجرت لینا بلا کراہت جائز و حلال ہے اسی طرح تعلیم قرآن پر اجرت لینا بھی درست ہے۔

معمول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ:

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا اسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ قَالَ لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِي أَنَّ حِرْفَتِي لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ عَنْ مَئُونَةِ أَهْلِي وَشُغِلْتُ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَسَيَأْكُلُ آلُ أَبِي بَكْرٍ مِنْ هَذَا الْمَالِ وَيَحْتَرِفُ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ

بخاری ج1 ص278 بَابُ كَسْبِ الرَّجُلِ وَعَمَلِهِ بِيَدِهِ

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنائے گئے تو فرمایا میری قوم کے لوگ (مسلمان) جانتے ہیں کہ میرا کاروبار میرے اہل وعیال کے اخراجات کے لیے کافی تھا اب میں مسلمانوں کے امور میں مشغول ہو گیا ہوں (اور اس کی وجہ سے اپنا کاروبار جاری نہیں کر سکتا) تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال اس (بیت المال) سے مال سے کھائیں گے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس بیت المال کی آمدنی میں اضافہ کرنے اس کی حفاظت کرنے اور اس کو مسلمانوں کی ضروریات و دیگر مصارف میں خرچ کرنے کے ذریعہ مسلمانوں کی خدمت کرے گا۔

مطلب یہ ہے کہ خلافت سے پہلے کپڑے کی تجارت کر کے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر والوں کی کفالت کرتے تھے لیکن جب منصب خلافت پر فائز ہوئے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اطلاع دی کہ پہلے اپنی تجارت کرتا تھا اب مسلمانوں کی خدمت میں مشغول ہو گیا ہوں اس لیے اپنا کاروبار جاری نہیں رکھ سکتا لہذا اپنے اہل وعیال کے اخراجات کے بقدر میں بیت المال سے تنخواہ لیا کروں گا یہ حدیث دینی امور سرانجام دینے والوں کی تنخواہ کے جواز پر ایک برہان قاطع ہے۔

معمول حضرت عمر رضی اللہ عنہ:

عَنِ الْوَضِينِ بْنِ عَطَاءٍ قَالَ: ثَلَاثَةٌ مُعَلِّمُونَ كَانُوا بِالْمَدِينَةِ يُعَلِّمُونَ الصِّبْيَانَ وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَرْزُقُ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ خَمْسَةَ عَشَرَ دِرْهَمًا كُلَّ شَهْرٍ

السنن الکبریٰ بیہقی ج6 ص124 باب أَخْذِ الْأُجْرَةِ عَلَى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ وَالرُّقْيَةِ بِهِ

ترجمہ: مدینہ منورہ میں تین معلم تھے جو بچوں کو پڑھاتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سب کو پندرہ درہم ماہانہ وظیفہ دیا کرتے تھے ۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اجرت کے جواز پر مستقل باب قائم کیا ہے:

بَاب رِزْقِ الْحُكَّامِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَكَانَ شُرَيْحٌ الْقَاضِي يَأْخُذُ عَلَى الْقَضَاءِ أَجْرًا وَقَالَتْ عَائِشَةُ يَأْكُلُ الْوَصِيُّ بِقَدْرِ عُمَالَتِهِ وَأَكَلَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ

شبہ 1:

کتب احادیث میں بعض روایات ایسی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ دینی امور پر اجرت لینا جائز نہیں۔

جواب:

حضرات محدثین نے ان روایات کی کئی توجیہات بیان کی ہیں جن کا خلاصہ فقیہ العصر حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ اور امام اہل سنت حضرت مولانا شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے یہ بیان کیا ہے:

1: ایسی روایات ممانعت میں صریح و متعین المعنیٰ نہیں۔

2: اگر یہ صریح ہوتیں تو خلفائے راشدین، ائمہ ثلاثہ، جمہور علماء اور متاخرین احناف ان روایات کے خلاف جواز کا فتویٰ کبھی نہ دیتے۔

3: یہ ممانعت عام نہیں بلکہ اس بندے کے ساتھ خاص ہے جس کا مقصد دینی امور سے صرف دنیا کمانا ہو۔ اگر مقصد دین کی اشاعت ہو تو دیگر روایات کی روشنی میں اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں۔

4: ممانعت کی اکثر روایات غیر صریح ہونے کے ساتھ ساتھ ضعیف بھی ہیں اگر کوئی روایت صحیح بھی ہے تو وہ موول {خاص صورتوں پر محمول ہے} یا منسوخ ہے

احسن الفتاویٰ ج7ص 281،280، راہ سنت ص259

شبہ 2:

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا فتویٰ بھی دینی امور پر اجرت کے عدم جواز کا ہے۔

الھدایہ باب الاجارۃ الفاسدہ

جواب 1:

امام صاحب رحمہ اللہ کے اس فتویٰ کی توجیہات بھی فقیہ العصر حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ اور امام اہل سنت حضرت مولانا شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے بیان کی ہیں:

1: امام صاحب رحمہ اللہ نے کمال ورع و تقویٰ کی وجہ سے امور دینیہ پر اجرت لینے سے منع کیا ہے۔

2: یہ حکم مالدار لوگوں کے لئے ہے۔

3: جو لوگ دینی کاموں پر اجرت پر اجرت کو ہی مقصود بالذات سمجھیں ان کے لئے اجرت ممنوع ہے

4: خیر القرون میں خدام دین کو بیت المال سے وظیفہ ملتا تھا باقاعدہ ان کی تنخواہیں مقرر تھیں اس لئے الگ اجرت لینے کو مکروہ کہا ہے۔ الغرض یہ حکم عام نہیں مخصوص صورتوں کے ساتھ خاص ہے

احسن الفتاویٰ ج7ص280، راہ سنت ص258

جواب 2:

چونکہ مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ بیت المال کا نظام درہم برہم ہو گیا اس لئے متاخرین احناف نے باقی ائمہ کی طرح اجرت کے جواز کا فتویٰ دے دیا چنانچہ صاحب ہدایہ امام صاحب کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں" وبعض مشايخنا استحسنوا الاستئجار على تعليم القرآن اليوم لأنه ظهر التوانی فی الأمور الدينية ففی الامتناع تضييع حفظ القرآن وعليه الفتوى "

الھدایہ ج3ص306

ترجمہ: احناف کے بعض مشائخ کے نزدیک اس دور میں تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے کیونکہ یہ ایسا دور ہے کہ لوگ دینی معاملات میں سستی کرتے ہیں تو اگر تنخواہ نہ دی گئی تو قرآن کریم کے ضیاع کا خطرہ ہے احناف کا مفتیٰ بہا قول بھی اجرت کے جواز کا ہے

امام زیلعی حنفی رحمہ اللہ نے اس پر کافی تفصیلی کلام کیا ہے آپ فرماتے ہیں" قال رَحِمَهُ اللَّهُ (وَالْفَتْوَى الْيَوْمَ على جَوَازِ الِاسْتِئْجَارِ لِتَعْلِيمِ الْقُرْآنِ) وهو مَذْهَبُ الْمُتَأَخِّرِينَ من مَشَايِخِ بَلْخٍ اسْتَحْسَنُوا ذلك وَقَالُوا بَنَى أَصْحَابُنَا الْمُتَقَدِّمُونَ الْجَوَابَ على ما شَاهَدُوا من قِلَّةِ الْحُفَّاظِ وَرَغْبَةِ الناس فِيهِمْ وكان لهم عَطِيَّاتٌ في بَيْتِ الْمَالِ وَافْتِقَادٌ من الْمُتَعَلِّمِينَ في مُجَازَاةِ الْإِحْسَانِ بِالْإِحْسَانِ من غَيْرِ شَرْطٍ مُرُوءَةٍ يُعِينُونَهُمْ على مَعَاشِهِمْ وَمَعَادِهِمْ وَكَانُوا يُفْتُونَ بِوُجُوبِ التَّعْلِيمِ خَوْفًا من ذَهَابِ الْقُرْآنِ وَتَحْرِيضًا على التَّعْلِيمِ حتى يَنْهَضُوا لِإِقَامَةِ الْوَاجِبِ فَيَكْثُرَ حُفَّاظُ الْقُرْآنِ, وَأَمَّا الْيَوْمَ فَذَهَبَ ذلك كُلُّهُ وَاشْتَغَلَ الْحُفَّاظُ بِمَعَاشِهِمْ وَقَلَّ من يَعْلَمُ حِسْبَةً وَلَا يَتَفَرَّغُونَ له أَيْضًا فإن حَاجَتَهُمْ تَمْنَعُهُمْ من ذلك فَلَوْ لم يُفْتَحْ لهم بَابُ التَّعْلِيمِ بِالْأَجْرِ لَذَهَبَ الْقُرْآنُ فَأَفْتَوْا بِجَوَازِ ذلك لِذَلِكَ وَرَأَوْهُ حَسَنًا, وَقَالُوا الْأَحْكَامُ قد تَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الزَّمَانِ. أَلَا تَرَى أَنَّ النِّسَاءَ كُنَّ يَخْرُجْنَ إلَى الْجَمَاعَاتِ في زَمَنِ النبي صلى اللَّهُ عليه وسلم وفي زَمَنِ أبي بَكْرٍ رضي اللَّهُ عنه حتى مَنَعَهُنَّ عُمَرُ رضي اللَّهُ عنه وَاسْتَقَرَّ الْأَمْرُ عليه وكان ذلك هو الصَّوَابُ وكان

الْإِمَامُ أبو بَكْرٍ محمد بن الْفَضْلِ يقول يَجِبُ الْأَجْرُ وَيُحْبَسُ عليها ,وقال في النِّهَايَةِ يُفْتَى بِجَوَازِ الِاسْتِئْجَارِ على تَعْلِيمِ الْفِقْهِ أَيْضًا في زَمَانِنَا ثُمَّ قال وفي رَوْضَةِ الزَّنْدَوَسْتِيِّ كان شَيْخُنَا أبو مُحَمَّدٍ عبد اللَّهِ الْخَيْزَاخزِيُّ يقول في زَمَانِنَا يَجُوزُ لِلْإِمَامِ وَالْمُؤَذِّنِ وَالْمُعَلِّمِ أَخْذُ الْأَجْرِ "

تبیین الحقائق ج5 ص126،125

امام ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں " أَمَّا على الْمُخْتَارِ لِلْفَتْوَى في زَمَانِنَا فَيَجُوزُ أَخْذُ الْأَجْرِ لِلْإِمَامِ وَالْمُؤَذِّنِ وَالْمُعَلِّمِ والمفتي "

البحر الرائق ج1 ص268 بَابُ الْأَذَانِ

ترجمہ:اس زمانہ میں مختار اور مفتی بہا قول کے مطابق امام،موذن،مدرس اور مفتی کے لئے تنخواہ لینا جائز ہے

فقہائے احناف کی ان تصریحات کی روشنی میں مفتی بہا قول کو چھوڑ کر غیر مفتی بہا قول جو مخصوص صورتوں کے متعلق ہے اس کو لینا اور یہ کہنا کہ فقہ حنفی کے مطابق بھی دینی امور پر اجرت لینا ناجائز ہے فقہ حنفی کے اصولوں سے نابلد ہونے کی دلیل ہے

6: مسئلہ جواز تعویذ ودم

انسان زندگی گذارنے میں اسباب کا محتاج ہے تندرستی وصحت کے لیے بیماری کو ختم کرنے والی ادویات استعمال کرتا ہے لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ ادویات کا استعمال شرک ہے سوال کیا جائے کہ کیوں تو جواب ہوگا قرآن میں ہے واذا مرضت فھو یشفین کہ میں جب بیمار ہوتا ہوں تو اللہ ہی مجھے شفا دیتا ہے قرآن کہتا ہے اللہ شفا دیتا ہے تم ادویات استعمال کرکے شرک کرتے ہو تو اسے جوابا کہا جائے گا کہ شفا تو اللہ ہی دیتا ہے یہ ادویات اسباب کے درجہ میں ہیں اب اگر کوئی حلال چیز سے بنی ہوئی دوائی استعمال کرے تو وہ جائز ہے اور اگر حرام چیز سے بنی ہو تو وہ حرام ہے، اب اگر کوئی کہے کہ دوائی لینا جائز نہیں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے دلیل پوچھی جائے تو وہ احادیث پڑھے جن میں حرام اشیاء سے بنی ادویات منع ہیں تو اسے کہا جائے گا دوائی لینا منع نہیں بلکہ وہ اجزاء منع ہیں جن حرام اجزاء سے یہ مرکب ہے اگر اجزاء ٹھیک ہوں تو دوائی لینا جائز ہے۔

یہی حکم تعویذ کا ہے نہ تو کوئی اسے فرض کہتا ہے نہ واجب اور پھر جائز بھی ہر تعویذ کو نہیں کہتے بلکہ اس کے متعلق ہمارا موقف یہ ہے کہ " جو تعویذات قرآنی آیتوں اور اسماء حسنیٰ اور دوسرے ثابت شدہ اوراد پر مشتمل ہوں ان کو تعویذ بنا کر باندھنا اور لٹکانا جائز ہے اور جس تعویذ میں شرکیہ الفاظ لکھے ہوں تو ان کو تعویذ بنا کر باندھنا اور لٹکانا ناجائز ہے،

کیونکہ اس مسئلہ پر احادیث دو طرح کی ہیں جواز کی بھی اور عدم جواز کی بھی اس لئے ہم نے یہ موقف اختیار کیا کہ " جن احادیث میں تعویذات' دم وغیرہ کی ممانعت آئی ہے یا ان کو شرک کہا گیا ہے۔ تو علماء اسلام نے اباحت کے دلائل کے پیش نظر ان کو ایسی صورتوں پر محمول کیا ہے کہ ان میں شرکیہ الفاظ ہوں یا غیر اللہ سے مدد لی گئ ہو یا ایسے کلمات پر مشتمل ہوں جن کا معنی معلوم نہ ہو یا پھر جادو کی قسم سے ہوں یا ان عملیات کو مستقل طور پر مؤثر بالذات سمجھا گیا ہو وغیرہ لہذا وہ عملیات جو ایسے امور اور فساد عقیدے سے مبرا ہوں وہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہیں بلکہ وہ جائز ہیں۔

منکرین

منکرین تعویذ ان دونوں میں فرق نہ کرتے ہوئے ہر قسم کے تعویذ کو ناجائز کہکر اس پر شرک کا فتویٰ لگاتے ہیں اور دلیل کے طور پر وہ احادیث پڑھتے ہیں جن میں شرکیہ منتر ہوتے ہیں۔ چنانچہ کیپٹن نے اس مسئلہ پر ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا جس کا نام " تعویذات اور شرک " رکھا اور اس رسالہ میں کئی جگھوں پر تعویذ کے جواز کے قائلین پر شرک کا فتویٰ لگایا جیسا کہ اس رسالہ کے نام سے ہی ظاہر ہے۔اسی طرح اس جماعت کے مشہور لکھاری منور سلطان نے اپنی کتاب " اسلام یا مسلک پرستی " میں دن اور رات ظلمت اور نور حق وباطل کھرے اور کھوٹے میں فرق کئے

بغیر ہر قسم کے قائلین کو ایک صف میں کھڑا کرتے ہوئے یہاں تک فتویٰ لگایا کہ "قرآنی غیر قرآنی ہر قسم کا تعویذ شرک ہے۔"

اسلام یا مسلک پرستی ص59

ایک جگہ لکھتے ہیں:" بیشک قرآن میں شفا ہے لیکن وہ جسمانی امراض کے لئے نہیں کہ اس کا تعویذ لٹکایا جائے بلکہ یہ شفا ان بیماریوں کے لئے ہے جو قلب وصدور میں ہوتی ہیں یعنی ضعیف الاعتقادی، نفاق، شقاق، معصیت وغیرہ۔"

اسلام یا مسلک پرستی ص60

"وہ تعویذ بھی ناجائز ہے جس میں قرآن لکھا ہوا ہو۔"

اسلام یا مسلک پرستی ص60

دم اور تعویذ کے جواز کے دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ محدثین اپنی اپنی کتب میں کتاب الرقی، باب الرقی اور باب الرقیہ وغیرہ قائم کرتے ہیں جن کا ذکر ان شاء اللہ آگے آرہا ہے۔ اب ہم بالترتیب دم اور تعویذ کے جواز کے دلائل ذکر کرتے ہیں۔

جواز دم:

حدیث 1:

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْفُثُ عَلَى نَفْسِهِ فِي الْمَرَضِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ فَلَمَّا ثَقُلَ كُنْتُ أَنْفِثُ عَلَيْهِ بِهِنَّ وَأَمْسَحُ بِيَدِ نَفْسِهِ لِبَرَكَتِهَا

صحیح بخاری ج2 ص854 باب الرُّقَى بِالْقُرْآنِ وَالْمُعَوِّذَاتِ

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرض وفات میں اپنے اوپر دم کرتے تھے {یعنی آخری سورتیں اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونک مارتے تھے اور پھر دونوں ہاتھ اپنے جسم پر پھیر دیتے تھے} جب آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو میں آخری سورتیں پڑھ کر آپ پر دم کرتی تھی

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن خصوصا معوذات کے ذریعے علاج جائز اور ثابت ہے۔

حدیث 2:

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک لمبی حدیث نقل کی جس کا حاصل یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قافلہ سفر پر تھا جن کا زاد سفر ختم ہو چکا تھا عرب کے کسی قبیلے کے پاس پڑاؤ کیا انہوں نے ان کی مہمان نوازی سے انکار کر دیا اتفاق سے ان کے سردار کو سانپ یا بچھو نے کاٹ لیا جس کی وجہ سے وہ لوگ سخت پریشانی کے عالم میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس آئے اور کہا ہمارے سردار کے ساتھ اس طرح کا معاملہ پیش آگیا ہم نے بہت دوا وغیرہ کی لیکن افاقہ نہیں ہوا کیا تمہارے پاس کوئی دوا یا عمل ہے جس سے سانپ کے زہر کا اثر ختم ہو جائے ایک صحابی نے فرمایا ہاں میرے پاس اس کا عمل ہے لیکن ایک شرط پر عمل کروں گا کہ بکریوں کا ریوڑ ہمیں دیا جائے چونکہ وہ لوگ مجبور تھے انہوں نے یہ شرط منظور کرلی۔ اس صحابی نے سورۃ الفاتحہ پڑھ کر دم کیا مریض تندرست ہو گیا تو ان لوگوں نے شرط کے مطابق ان کو ایک ریوڑ دیدیا لیکسن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آپس میں اختلاف ہو گیا بعض حضرات کہتے تھے کہ یہ کھانا ہمارے لئے حلال ہے اور جائز ہے اور بعض دوسرے حضرات کہتے تھے کہ یہ کتاب اللہ پر اجرت لی گئی ہے لہذا یہ اجرت جائز نہیں ہے بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" وَمَا يُدْرِيكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ ثُمَّ قَالَ قَدْ أَصَبْتُمْ اقْسِمُوا وَاضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ سَهْمًا "

یعنی تجھے کیسے پتہ چلا کہ یہ سورۃ الفاتحہ علاج کا عمل ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اچھا کیا یہ بکریاں تقسیم کرلو اور میرا حصہ بھی نکالو۔ [صحیح بخاری ج1 ص304 باب مَا يُعْطَى فِي الرُّقْيَةِ عَلَى أَحْيَاءِ الْعَرَبِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ]

اس طویل حدیث سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں:

1:کلام اللہ کے ذریعے علاج کرنا جائز ہے۔

2:دم کرنے والے کے لئے اجرت لینا بھی درست ہے۔

حدیث 3:

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى فِي بَيْتِهَا جَارِيَةً فِي وَجْهِهَا سَفْعَةٌ فَقَالَ اسْتَرْقُوا لَهَا فَإِنَّ بِهَا النَّظْرَةَ

صحیح بخاری ج2 ص854 باب رُقْيَةِ الْعَيْنِ

ترجمہ:ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر میں ایک لڑکی دیکھی جس کے منہ پر زردی چھائی ہوئی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رقیہ یعنی کلام کے ذریعہ علاج کراؤ کیونکہ اس پر نظر کے اثرات ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پاک میں کلام کے ذریعہ علاج کی اجازت دی ہے یعنی جھاڑ 'پھونک کے ذریعہ نظر بد کے علاج کی اجازت دی ہے۔

حدیث 4:

عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم أنها قالت كان إذا اشتكى رسول الله صلى الله عليه وسلم رقاه جبريل قال باسم الله يبريك ومن كل داء يشفيك ومن شر حاسد إذا حسد وشر كل ذي عين

صحیح مسلم ج2 ص219 باب الطب والمرض والرقی

ترجمہ:حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوتے تھے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام "باسم الله يبريك" یہ دعاو کلام پڑھ کر آپ کا علاج کرتے تھے۔

حدیث 5:

عن أنس بن مالك أن رسول الله صلى الله عليه و سلم رخص في الرقية من الحمة والنملة

سنن ترمذی ج2 ص27 باب ماجاء فی الرخصۃ فی ذلک

ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زہریلے جانوروں کے کاٹنے اور پھوڑے وغیرہ کے دوا کے لئے علاج بالکلام کی اجازت دی۔

شبہ:

جب منکرین کے سامنے یہ دلائل پیش کئے جاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ رقیہ کا معنی جھاڑ پھونک ہے لہذا جھاڑ پھونک تو جائز ہے لیکن تعویذات ثابت نہیں۔

جواب:

در حقیقت یہ انکا دھوکہ اور مغالطہ ہے کیونکہ اردو استعمال میں کچھ پڑھ کر دم کرنے کو جھاڑ پھونک اور کچھ لکھ کر گلے وغیرہ میں ڈالنے کو تعویذ کہتے ہیں جبکہ عربی لغت کے لحاظ سے رقیہ کا لفظ ایک وسیع مفہوم رکھتا ہے اور اس کے مفہوم میں جھاڑ پھونک اور تعویذات دونوں داخل ہیں اور رقیہ کا لفظ جہاں بھی حدیث اور لغت عرب میں وارد ہوا ہے اس سے ایسا کلام مراد ہے جس کے ذریعہ سے علاج کیا جائے خواہ پڑھ کر دم کیا جائے یا کسی چیز پر پڑھ کر مریض پر چھڑکا جائے یا مریض کو کھلایا جائے یا کاغذ یا چمڑے پر لکھ کر مریض کے گلے یا بازو پر باندھ دیا جائے یہ سب رقیہ

کا مصداق و اطلاق ہیں چنانچہ

1: لغت کی مشہور کتاب مصباح اللغات میں الرقیہ کا معنی لکھا ہے افسوں ' تعویذ جمع رقی و رقیات۔

مصباح اللغات ص310

2: صاحب منجد لکھتے ہیں:

العوذة جمع عوذ و التعويذ جمع تعاويذ اسمان بمعنى الرقيه وهى التى تكتب وتعلق على الانسان لتقيته فى زعمهم من الجنون والعين

المنجد ص537

یعنی "عوذة" اور "تعویذ" دونوں اسم میں ان کا معنی رقیہ ہے اور رقیہ اس تحریر کو کہتے ہیں جو لٹکائی جاتی ہے تا کہ انسان اپنے گمان کے مطابق جنون اور نظر بد سے محفوظ ہو جائے۔

3: رقیاً و رقیاً و رقیةً "اللہ کی پناہ میں دینا، تعویذ گنڈے سے علاج کرنا، جھاڑ پھونک کرنا، دم کرنا۔

"الراقی" عامل، تعویذ گنڈے کرنے والا، جھاڑ پھونک کرنے والا، تعویذوں والا

"الرقیہ" تعویذ جس سے بیمار کا علاج کیا جاتا ہے، موثر کلام جسے پڑھ کر دم کیا جائے

القاموس الوحید ص661

4: رقیٰ رقیاً و رقیاً و رقیةً" جھاڑ پھونک کرنا، تعویذ گنڈا کرنا

القاموس الجدید ص279

5: بخاری شریف کے حاشیہ پر رقیہ کے متعلق لکھا ہے وهو بمعنى التعويذ۔

بخاری ج2 ص854 حاشیہ 2

یہ چند شواہد ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ رقی کا اطلاق تعویذات پر اور تعویذات کا اطلاق رقی پر ہوتا ہے لہذا رقی کی رخصت میں تعویذات کی بھی رخصت شامل ہے کیونکہ دونوں میں کلام کے ذریعہ علاج کیا جاتا ہے لہذا جھاڑ پھونک کو جائز اور تعویذات کو ناجائز کہنا محض سینہ زوری ہے۔ اگرچہ کتب احادیث میں جواز تعویذ کے متعلق مستقل روایات موجود ہیں بالفرض اگر نہ بھی ہوتیں تو رقیہ والی روایات ہی کافی تھیں اب چند دلائل تعویذ کے جواز کے ملاحظہ فرمائیں۔

جواز تعویذ:

1: عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يُعَلِّمُهُمْ مِنَ الْفَزَعِ كَلِمَاتٍ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو يُعَلِّمُهُنَّ مَنْ عَقَلَ مِنْ بَنِيهِ وَمَنْ لَمْ يَعْقِلْ كَتَبَهُ فَأَعْلَقَهُ عَلَيْهِ"

سنن ابی داود ج2 ص187 باب کیف الرُّقی

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو ڈر اور خوف دور کرنے کی یہ دعا سکھاتے تھے "اعوذ بکلمات اللہ التامۃ الخ" اور حضرت عبد اللہ بن عمرو اپنے سمجھدار بیٹوں کو یہ دعا زبانی یاد کرا دیتے تھے تا کہ وہ اس کو بطور وظیفہ کے پڑھیں۔ اور چھوٹے بچوں کے لئے اس دعا کو بطور تعویذ لکھ کر لٹکا دیتے تھے

2: عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: إِذَا عَسِرَ عَلَى الْمَرْأَةِ وَلَدُهَا، فَيَكْتُبُ هَاتَيْنِ الآيَتَيْنِ وَالْكَلِمَاتِ فِي صَحْفَةٍ، ثُمَّ تُغْسَلُ فَتُسْقَى مِنْهَا: بِسْمِ اللهِ الَّذِي لاَ إِلَهَ إِلاَّ هُوَ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ {كَأَنَّهُمْ

يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلاَّ عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا} {كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلاَّ سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ بَلاَغٌ فَهَلْ يُهْلَكُ إِلاَّ الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ}

مصنف ابن ابی شیبہ ج7ص385 باب فِي الرُّخْصَةِ فِي الْقُرْآنِ يُكْتَبُ لِمَنْ يُسْقَاهُ

ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے "اگر بچے کی ولادت میں عورت کو تکلیف ہو تو قرآن کی دو آیتیں اور یہ چند کلمات بِسْمِ اللهِ الَّذِي لاَ إِلَهَ إِلاَّ هُوَ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ لکھکر پانی میں گھول کر عورت پلایا جائے {تو ولادت میں آسانی ہو گی}

3: امام بخاری سمیت کئی محدثین کے استاد حضرت امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ المتوفی 235ھ نے اپنی مصنف میں تعویذ کے جواز پر مستقل باب قائم فرما کر کئی ایک اہل علم کے فتاویٰ جات نقل کئے ہیں جن سے تعویذ کا جائز ہونا ثابت ہو تا ہے چند روایات درج ذیل ہیں

عَنْ أَبِي عِصْمَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ عَنِ التَّعْوِيذِ؟ فَقَالَ: لاَ بَأْسَ بِهِ إِذَا كَانَ فِي أَدِيمٍ.

مصنف ابن ابی شیبہ ج7ص396 مَنْ رَخَّصَ فِي تَعْلِيقِ التَّعَاوِيذِ

ترجمہ: ابو عصمہ کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیب سے سوال کیا کہ تعویذ کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ جب چمڑے میں ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ جائز ہے

4: عَنْ ثُوَيْرٍ، قَالَ: كَانَ مُجَاهِدٌ يَكْتُبُ لِلنَّاسِ التَّعْوِيذَ فَيُعَلِّقُهُ عَلَيْهِمْ.

مصنف ابن ابی شیبہ ج7ص396 مَنْ رَخَّصَ فِي تَعْلِيقِ التَّعَاوِيذِ

ترجمہ: ثویر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مشہور تابعی حضرت مجاہد رحمہ اللہ لوگوں کو تعویذ لکھ کر دیتے تھے اور ان پر لٹکاتے تھے۔

5: مشہور معبر اور تابعی حضرت امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کا فتویٰ بھی اس کے جواز کا تھا

عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، أَنَّهُ كَانَ لاَ يَرَى بَأْسًا بِالشَّيْءِ مِنَ الْقُرْآنِ

مصنف ابن ابی شیبہ ج7ص397 مَنْ رَخَّصَ فِي تَعْلِيقِ التَّعَاوِيذِ

ترجمہ: حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ تعویذات قرآنیہ میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

6: عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: لاَ بَأْسَ أَنْ يُعَلَّقَ الْقُرْآنُ

مصنف ابن ابی شیبہ ج7ص398 مَنْ رَخَّصَ فِي تَعْلِيقِ التَّعَاوِيذِ

ترجمہ: حضرت عطاء رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ قرآن کا تعویذ بنا کر اس کو لٹکانے میں کوئی حرج نہیں۔

7: عَنْ يُونُسَ بْنِ خَبَّابٍ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَنِ التَّعْوِيذِ يُعَلَّقُ عَلَى الصِّبْيَانِ؟ فَرَخَّصَ فِيهِ.

مصنف ابن ابی شیبہ ج7ص398 مَنْ رَخَّصَ فِي تَعْلِيقِ التَّعَاوِيذِ

ترجمہ: یونس بن خباب کہتے ہیں میں نے حضرت ابو جعفر رحمہ اللہ سے تعویذ کے بارے میں سوال کیا کہ تعویذ بچوں کے گلے وغیرہ میں لٹکائے جا ئیں؟ تو انہوں نے اس کی رخصت دی۔

8: عَنْ فُضَيْلٍ: أَنَّ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ كَانَ يَكْتُبُ لِابْنِهِ الْمَعَاذَةَ.

سنن الکبریٰ بیھقی باب التَّمَائِمِ

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ اپنے بیٹے کے لئے تعویذ لکھتے تھے

ان تمام روایات و آثار سے دم کرنے اور تعویذ لکھ کر لٹکانے کا جواز ثابت ہو رہا ہے لہٰذا ہر قسم کے دم و تعویذ کو ناجائز و شرک کہنا درست نہیں جن روایات سے عدم جواز ثابت ہو تا ہے بتصریح ائمہ وہ ایسے دم یا تعویذ کے متعلق ہے جو شرکیہ الفاظ پر مشتمل ہو یا تعویذ لینے، دینے والے کا

یہ نظریہ ہو کہ یہی تعویذ مجھے شفا دینے والا ہے اگر بطور تبرک پہنا جائے یا یہ عقیدہ ہو کہ بیماری دور کرنے والا اللہ ہی ہے یہ ایک سبب ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

تصریحات ائمہ:

1:امام ابن بطال

ولا بأس بتعليق التمائم والخرز التى فيها الدعاء والرقى بكتاب الله عند جميع العلماء

شرح صحیح بخاری لابن بطال ج5ص160،159 باب: مَاقِيلَ فِي الْجَرَسِ فِي أَعْنَاقِ الإِبِلِ

2:علامہ عینی،علامہ ابن حجر عسقلانی

يمنع منه قبل الحاجة ويجوز إذا وقعت الحاجة ... هذا كله فى تعليق التمائم وغيرها مما ليس فيه قرآن ونحوه فأما ما فيه ذكر الله فلا نهى عنه

عمدۃ القاری باب ماقيل في الجرس ونحوه في أعناق الإبل، فتح الباری باب ماقيل في الجرس ونحوه في أعناق الإبل

3:امام خطابی

قال الخطابي وأما الرقى فالمنهى عنه هو ما كان منها بغير لسان العرب فلا يدرى ما هو ولعله قد يدخله سحرا أو كفرا وأما إذا كان مفهوم المعنى وكان فيه ذكر الله سبحانه فإنه مستحب متبرك به

عون المعبود ج10 ص262 باب في تعليق التمائم

4:امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں جواز،عدم جواز دونوں قسم کی روایات ذکر کی ہیں اور دونوں میں تطبیق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

ذكر الخبر الدال على أن الرقى المنهى عنها إنما هى الرقى التى يخالطها الشرك بالله جل وعلا دون الرقى التى لا يشوبها شرك

صحیح ابن حبان کتاب الرقی والتمائم

ایک جگہ فرماتے ہیں "ذكر الزجر عن تعليق التمائم التى فيها الشرك بالله جل وعلا"

صحیح ابن حبان کتاب الرقی والتمائم

5:امام بیہقی

وَقَدْ يُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ ذَلِكَ وَمَا أَشْبَهَهُ مِنَ النَّهْيِ وَالْكَرَاهِيَةِ فِيمَنْ تَعَلَّقَهَا وَهُوَ يَرَى تَمَامَ الْعَافِيَةِ وَزَوَالَ الْعِلَّةِ مِنْهَا عَلَى مَا كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَصْنَعُونَ فَأَمَّا مَنْ تَعَلَّقَهَا مُتَبَرِّكًا بِذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى فِيهَا وَهُوَ يَعْلَمُ أَنْ لاَ كَاشِفَ إِلاَّ اللَّهُ وَلاَ دَافِعَ عَنْهُ سُوَاهُ فَلاَ بَأْسَ بِهَا إِنْ شَاءَ اللَّهُ

سنن الکبریٰ ج9ص350 باب التمائم

تعویذ اس وقت مکروہ ہے جب آدمی اسے شفا دینے والا سمجھے اگر تبرک سمجھے یا یہ سمجھے کہ بیماری دور کرنے والا اللہ ہی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔